لائق مؤلفہ روشناس لکھنے والی ہیں، اس سے پہلے ان کی بعض کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس کتاب میں انھوں نے تاریخ اسلام کے ابتدائی دور یعنی تبلیغ اسلام، غزواتِ نبوی، فتنۂ ارتداد، فتوحات عراق و ایران و شام و مصر کے متفرق حالات اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اخلاق و دیانت کے واقعات خصوصاً واقعات امہات المومنین، عام صحابیات اور مسلمان خواتین کے سبق آموز واقعات کو جمع کر دیا ہے، یہ واقعات زیادہ تر صحیح ہیں لیکن بعض جو غالباً واقدی وغیرہ کے بیانات سے ماخوذ ہیں، افسانے سے زیادہ نہیں، اشخاص اور مقامات کے ناموں میں جابجا غلطیاں ہیں، مجموعی حیثیت سے کتاب لائق ستایش اور عورتوں کے مطالعہ کے لائق ہے،

اللہ کے رسول، از جناب شرافت حسین صاحب رحیم آبادی تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۸ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت ۸ر پتہ ارشد حسین صاحب، مکتبہ دین و دانش مکارم نگر لکھنؤ،

مصنف نے اس کتاب میں بچوں کے لئے سادہ اور آسان زبان میں سیرت پاک کے سبق آموز واقعات و حالات تحریر کئے ہیں، اردو میں اس مقصد کے لئے بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن وہ مذہبی معلومات کے لئے تو مفید ہیں، مگر ان میں تعلیمی اصولوں کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، اور یہ کتاب اس تعلیمی اصول پر لکھی گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں الفاظ کی تکرار کی گئی ہے جس سے وہ بچوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں اس لئے یہ کتاب مذہبی اور تعلیمی دونوں حیثیتوں سے بچوں کے پڑھانے کے لائق ہے،

مقامات از جناب احسان دانش تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۲۲ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت معلوم نہیں، پتہ :- مکتبہ دانش فرہنگ لاہور،

مقامات جناب احسان دانش کے کلام کا نیا مجموعہ ہے، ان کے کلام کی خصوصیات اتنی معلوم و مشہور ہیں کہ اب ان کے لئے کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں، اس مجموعہ میں بھی یہ تمام خصوصیات موجود ہیں، شاعری کے انواع کے اعتبار سے اس میں دینی، اخلاقی، سیاسی اور اصلاحی منظومات اور مختلف النوع خیالات، جذبات و تاثرات پر سنجیدہ اور مفید نظمیں ہیں، جابجا غزلوں کی رنگینی بھی نظر آتی ہے، امید ہے کہ اصحاب ذوق میں یہ مجموعہ مقبول ہوگا، "م"

جلد ۵۸ ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۶ء عدد ۵

مضامین

شذرات

ہندو مسلمانوں میں جو افسوسناک اختلاف اور جنگ و خونریزی برپا ہے، مرکزی حکومت میں مسلم لیگ کی شرکت سے اس کے ختم ہوجانے کی توقع پیدا ہوگئی ہے، بشرطیکہ دونوں میں اخلاص کے ساتھ اتحاد و اتفاق، باہمی اعتماد، اور اشتراک عمل کا جذبہ پیدا ہوجائے، گو مصالحت کی ذمہ داری دونوں پر ہے، لیکن اقلیت کو خطرات اکثریت کی جانب ہیں، اس لئے اس پر ذمہ داری زیادہ ہے، اور اس کے لئے ضرورت ہے فرقہ وارانہ تنگ دلی و تنگ نظری کو چھوڑ کر وسعت قلب اختیار کرنے اور اقلیت کے خطرات کو دور کرکے ہر طرح سے اُسے مطمئن کرنے کی، اس کے بغیر اصل بنائے فساد ختم نہیں ہوسکتی،

اسی کے ساتھ ان تمام باتوں سے احتراز ضروری ہے، جن سے کسی جماعت کے جذبات مشتعل و مجروح ہوتے ہوں، ہر جماعت کو اپنے نصب العین، اور طریقۂ کار کی صحت کی تبلیغ و اشاعت کا پورا حق ہے، لیکن دوسروں کی تنقیص و مذمت سے نہیں، بلکہ دلائل و عمل سے، مذمت و دل آزاری سے اختلاف کی آگ اور بھڑکتی ہے، اور اس غلطی میں ذمہ دار غیر ذمہ دار فرقہ پرست و قوم پرور لیڈروں، اور اخبارات سب کا حال یکساں ہے، الاماشاءاللہ،

کلکتہ کے ہنگامہ سے لیکر اس وقت تک جو وحشیانہ خونریزی جاری ہے، وہ حد درجہ قابلِ ملامت اور ہندو مسلمان دونوں کے لئے انتہائی شرمناک ہے، کسی انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پھر دور وحشت لوٹ آیا ہے، لیکن ایسے مواقع پر بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، اس میں ذراسی بے احتیاطی بڑے برے نتائج پیدا کرتی ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ اسی سلسلہ میں نہ صرف غیر ذمہ دار اشخاص و جماعتوں بلکہ قوم پرور جماعتوں تک کا رویہ نامناسب رہا، اور ان کے

ذمہ دار لیڈروں کے بیانات نہایت غیر محتاط، بلکہ اشتعال انگیز ہیں،

اس قسم کے فتنہ و فساد کا مجرم کسی خاص جماعت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے، ورنہ یوں تو ہر جماعت دوسری کو ملزم بنا سکتی ہے، اور اس کے دلائل بھی رکھتی ہے، درحقیقت یہ ہنگامے ہر جماعت کے فتنہ پرست عنصر کی مشترک شر انگیزی کا نتیجہ، اور سب کے نزدیک یکساں قابل ملامت ہیں، اس کا الزام تنہا کسی ایک جماعت کے سر منڈھ کر اس کی تشہیر کرنا عوام کو انتقام کے لئے ابھارنا ہے، جس کے نتائج بہار میں ظاہر ہو رہے ہیں، معلوم نہیں ان کی ذمہ داری کس کے سر ہوگی ؟

ہندو مسلمان دونوں کو اس کا یقین رکھنا چاہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو مٹا نہیں سکتا، نہ اکثریت اقلیت کو پامال کرسکتی ہے، اور نہ اُسے نظر انداز کرکے تنہا ملک کی کوئی مفید خدمت انجام دے سکتی ہے، اور نہ اقلیت محض مخالفت اور مزاحمت سے اکثریت کو نقصان یا اپنی قوم کو حقیقی فائدہ پہنچا سکتی ہے، اور نہ مزاحمت کی پالیسی ہمیشہ چل سکتی ہے، دونوں کو اسی سرزمین میں رہنا ہے، دونوں کے بہت سے سیاسی و ملکی مفاد مشترک ہیں، اس لئے تحفظ حقوق کی پوری ضمانت کے ساتھ باہم اتحاد اور اشتراک عمل ضروری ہے،

ایسی دو قومیں جن کا چولی دامن کا ساتھ ہو، ہمیشہ برسرپیکار نہیں رہ سکتیں، اگر ابھی وہ ملک کی بھلائی کے لئے کشادہ دلی سے متحد نہیں ہوتیں، تو ایک نہ ایک دن جنگ و جدال سے تھک کر خونریزی و بدامنی اور جانی و مالی نقصان سے گھبرا کر ملنے پر مجبور ہوں گی، اس لئے جو صورت بعد از خرابی بسیار ہونے والی ہو، اس کو پہلے ہی زیادہ خوشنما طریقہ سے کیوں نہ اختیار کر لیا جائے، اس وقت ایسا موقع آگیا ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کے لیڈر ہوشمندی سے کام لیں تو موجودہ صورتِ حال بدل سکتی ہے، اسی پر دونوں کی فلاح منحصر ہے۔

ہیرلڈ ٹربیون نیویارک کے ایک نامہ نگار الن ریمانڈ جنھوں نے حال ہی میں ٹرکی کا سفر کیا تھا وہاں کے حالات پر اخبار مذکور میں ایک مضمون لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی میں بڑا مذہبی انقلاب رونما ہو اور گذشتہ لامذہبیت اور بے دینی کی جگہ ہر طبقہ میں ایک عام مذہبی رجحان پیدا ہوگیا ہے مارشل چقماق جو جدید ٹرکی

کی ایک نمایان وممتاز شخصیت ہین، راسخ العقیدہ مسلمان ہین، دیہات سے لیکر شہرون تک کی مسجدین ہر طبقہ کے نمازیون سے بھری رہتی ہین، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ٹرکی کا پُرانا مذہبی دور لوٹ آیا ہے،

غنیمت ہو کہ چند ہی برسون کے تجربہ کے بعد ترکون کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا، اوران کو معلوم ہوگیا کہ ان کی فلاح نہ قدیم تورانیت کی جانب رجعت قہقری مین ہے، اور نہ مغربیت کی اندھی تقلید مین، کوئی متمدن قوم اپنے دورِ وحشت پر فخر نہین کر سکتی، اور نہ اس کے احیاء سے اس زمانہ مین کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہو، مغرب پرستی کا بھی پورا تجربہ ہوچکا کہ اس سے نہ وہ مغربی اقوام مین شامل ہو سکتے ہین، اور نہ اُن کی نگاہ مین ان کی وقعت بڑہ سکتی ہے، اور جب بھی کوئی موقع آئے گا، تواُن کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو مشرقی قومون کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے، اگر کوئی مغربی قوم کسی موقع پر ان کی حمایت بھی کرے گی، تو ان کی ہواخواہی مین نہین بلکہ اپنے مفاد کے لئے، اور جب مفاد بدل جائے گا، تو اس کا رُخ بھی بدل جائے گا، جو قومین اپنی ہمجنس کمزور قومون کے ساتھ انصاف نہین کر سکتین، ان سے دوسرون کو کیا توقع ہو سکتی ہے، اس لئے ترکون کی دنیاوی فلاح بھی اسلام ہی سے وابستہ ہے، اس سے وہ دنیا کی ایک عظیم الشان قوم کی برادری مین شامل ہون گے، اور ساری دنیاے اسلام کی ہمدردی ان کے ساتھ ہوگی، جو بے اثر چیز نہین،

جدید تحریکون کے اثر سے ہندوستان کے نوجوان تعلیم یافتہ مسلمان بھی جغرافی قومیت ووطنیت سوشلزم، وکمیونزم وغیرہ کی طرف بھٹک رہے تھے، خوشی کا مقام ہے کہ اب وہ اسلامی قومیت کی طرف پلٹ رہے ہین، اوران مین مذہبی رجحان، مذہبی معلومات کے حصول کا شوق اور اپنی قومی روایات کے تحفظ کا جذبہ پیدا ہوگیا ہے، اوراب وہ اپنے مسلمان کہلانے پر شرم نہین بلکہ فخر کرتے ہین، گو ابھی ان کی مذہبیت زیادہ ترسیاسی رنگ کی ہے، لیکن اگر ان کی صحیح رہنمائی کی جائے، تو وہ اس راہ سے خالص مذہب کی طرف آسکتے ہین،

مقالات

سیرۃ نبوی جلد ہفتم کا ایک باب

حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے؟

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (سورہ یوسف) حکم کسی کا نہین مگر اللہ کا،

آیتِ بالا مین ارشادِ خداوندی ہے کہ حکم کسی کا نہین مگر اللہ تعالیٰ کا ہے، اس لئے اسلام مین حاکمِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن احکامِ الٰہی کی دو قسمین ہین، ایک تشریعی یعنی وہ احکام جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے شریعت بن کر نازل ہوتے ہین، اور دوسرے تکوینی یعنی وہ احکام جو فطری حیثیت سے مخلوقاتِ عالم مین ودیعت رکھے گئے ہین، ان دونون قسمون کے لحاظ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہو، اور اسی کا حکم جاری وساری ہے، دنیا مین ایسے بادشاہ گذرے ہین جنھون نے نمرود وفرعون بن کر دعواے بادشاہی کیا، مگر ان کو بھی تکوینی احکام الٰہی کے آگے سرنگون ہوکر جان دینی پڑی، اور یہ شبہہ ان سلاطینِ عالم کو اس لئے پیش آتا ہے، کہ وہ اپنے تشریعی احکام اور فرامین کے آگے جب خدا کے بندون کو مطیع پاتے ہین، تو غرور سے تکوینی احکام کا امر بھی اپنے کو جاننے لگتے ہین، اسلام نے شک وشبہہ کے اس رشتہ کو کاٹ ڈالا ہے، اس نے یہ قرار دیا ہے کہ سلاطین نہ تشریعی اختیار رکھتے ہین، اور نہ تکوینی، زمین سے آسمان تک ساری بادشاہی اسی کی ہے، اور امر تکوینی ہو یا تشریعی، اوس مین اسی کا فیصلہ فیصلہ ہے، اس معنی کی قرآن پاک کی کئی آیتین ہین،

إن الحكمُ إلا لله (یوسف) حکم نہیں مگر اللہ کا،

ألا له الحكمُ وهو أسرعُ الحاسبين ہان اُسی کے لئے حکم کرنا ہے اور حساب

(انعام - ۸) کرنے والون مین سب سے تیز ہے،

له الحكمُ وإليه ترجعون اوسی کا حکم کرنا ہے اور اوسی کی طرف

(قصص) لوٹائے جاؤگے

امور تکوینی و فطری مین تو انسان کی ناچاری و مجبوری ظاہر ہے کہ وہ زمین آسمان اور خاک و باد و آب و آتش اور جسم و جان مین ایک ذرہ کی کمی بیشی بھی نہین کر سکتا، نہ اشیاء کے خواص کو بدل سکتا ہے، نہ اس کی صفات مین تغیر کر سکتا ہے، اور نہ اس کے قواعد و قوانین مین ایک ذرہ کی کمی و اضافہ کر سکتا ہے، ان احکام کے آگے سب ہی سرافگندہ اور ناچار ہین، حضرت ابراہیمؑ کے عہد مین ایک بادشاہ نے جب خدائی کا دعوی کیا، تو آپ نے اس کو اسی دلیل سے خاموش کر دیا، فرمایا:-

فإن الله يأتي بالشمس من المشرق تو اللہ سورج کو پورب سے نکالتا ہے

فأت بها من المغرب فبهت تو تو اس کو پچھم سے نکال، تو وہ کافر

الذي كفر (بقرہ - ۳۴) لاجواب ہو گیا،

حکومت و سلطنت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، دنیا مین بھی جو لوگ حاکم کہلاتے ہین، وہ حقیقت مین اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش سے ہوتے ہین،

اللهم مالك الملك تؤتي الملك اے اللہ سلطنت کے مالک تو جس کو چاہے

من تشاء سلطنت دے،

اس لئے ان مین راہ صواب پر وہی ہین، جو اپنے کو اللہ تعالیٰ کے احکام تکوینی کی طرح اس کے احکام تشریعی کے بھی تابع سمجھتے ہین، اور جو یہ سمجھتے ہین، کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حکومت اسی لئے دی ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو دنیا مین رائج اور شائع اور اس کی شریعت کے مطابق احکام کو جاری کرین،

اس عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ مانا جاتا ہے کہ احکام کے اجراء اور قوانین کے وضع کا اصلی حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت مین احکام اور قوانین مین جو کلیات اور قواعد بیان فرما دیئے ہین، اُن کے تتبع سے اہل علم اور مجتہدین دین نئے نئے احکام جزئیہ مستنبط کر سکتے ہین،

ان احکام الٰہی کی نسبت اس حیثیت سے کہ ان مین عقلی مصلحتین ہون اور طبعی نفع و ضرر پر مشتمل ہون بے شبہ اہل عقل اپنی عقل و فہم سے فیصلہ کر سکتے ہین لیکن شریعت مین احکام کا مدار صرف اسی حیثیت پر نہین ہے، بلکہ اس سے اہم حیثیت یہ ہے کہ ان مین سے کس بات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا شامل ہے، یا یون کہئے کہ کس فعل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب یا عقاب مترتب ہوتا ہے اس کا حال صرف اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان ہی سے معلوم ہو سکتا ہے اہل عقل اپنی ناقص عقل سے جو کچھ کہتے ہین، اگر وہ حکم الٰہی کے مطابق نہین ہے، تو گو اس مین کچھ ظاہری مصلحتین ہون، مگر حقیقی مصلحتون کے جاننے کے لئے امر غائب اور مستقبل کا صحیح علم ہونا ضروری ہے، اور یہ انسان کے بس سے باہر کی بات ہے، اس لئے حقیقی مصلحتین اسی حکم مین ہین، جس کو خدائے عالم الغیب نے نازل فرمایا،

ان تمام مذکورۂ بالا امور کے لحاظ سے اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ قانون کا حاکم اور امر و نہی کا واضع صرف اللہ تعالیٰ ہے، قرآن پاک اور احادیث صحیحہ مین اس حقیقت کو مختلف پیرایون مین ادا کیا گیا ہے، عام طور سے فقہا نے اس پر ان دو آیتون سے استدلال کیا ہے،

۱- إن الحكمُ إلا لله (انعام و یوسف) حکم صرف اللہ کے لئے ہے،

۲- ألا له الخلقُ والأمرُ ہان اوسی اللہ کے لئے ہے، پیدا کرنا اور

(اعراف) حکم دینا،

یہ دونوں آیتیں جن موقعوں پر وارد ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اور امر تکوینیات اور حوادث عالم سے متعلق ہے، پہلی آیت دو جگہ ہے، سورۂ انعام اور سورۂ یوسف میں، سورۂ انعام کا موقع یہ ہے کہ کفار نبی کی صداقت کے ثبوت میں عذاب کا جلد مشاہدہ چاہتے ہیں، اس کے جواب میں ہے،

مَاعِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ (انعام - ۷)

جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو، وہ میرے پاس نہیں، حکم کسی کا نہیں، بجز اللہ تعالیٰ کے، اللہ تعالیٰ واقعی بات بتلا دیتا ہے، اور وہی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے،

دوسری جگہ سورۂ یوسف میں اس موقع پر ہے، جب حضرت یعقوبؑ بیٹوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ مصر میں مختلف دروازوں سے داخل ہو تاکہ کسی آفت میں نہ پھنسو، پھر فرماتے ہیں، کہ یہ تو انسانی تدبیر ہے، مگر ہوگا وہی جو اللہ چاہتا ہے،

وَمَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ، (یوسف - ۸)

اور خدا کے حکم کو میں تم سے نہیں ٹال سکتا، حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے، (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے،

دوسری آیت کا موقع یہ ہے:-

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ يُغْشِی الَّيْلَ النَّهَارَ

بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے، جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا، چھپا دیتا ہے

يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ، (اعراف - ۷)

شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آ لیتی ہے، اور سورج اور چاند اور دوسرے تاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اسی کے حکم کے تابع ہیں، یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں کے ساتھ بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے

صاف ظاہر ہے کہ اس امر کا تعلق خلق و تکوین سے ہے، ہاں یہ ہو سکتا ہے، کہ لفظ امر اور حکم کو لغوی وسعت کی بنا پر امور شرعی کو بھی کسی درجہ میں شامل ہو جائیں لیکن قرآن پاک اور احادیث میں جب دوسرے تصریحی دلائل اس دعویٰ پر موجود ہیں، تو اس تصریح کو چھوڑ کر صرف اجمالی دلیل پر قناعت کیوں کی جائے،

عبادت کے معنی صرف کسی کو معبود بنا کر پکارنے ہی کے نہیں ہیں، بلکہ اگر کسی کو زبان سے معبود نہ بھی کہا جائے، اور اس کی ظاہری پرستش نہ بھی کی جائے لیکن اس کے احکام کی مثل خدا کے حکم کی مستقلاً اطاعت کی جائے، تو یہ بھی عبادت ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوتا ہے،

لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ (مریم) — شیطان کی عبادت نہ کرو،

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے :-

اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ، (یٰسین) — یہ کہ شیطان کی عبادت نہ کرو،

ظاہر ہے شیطان کی عبادت کوئی نہیں کرتا، لیکن جو شیطان کی باتوں پر عمل کرتا، اور اس کے

حکمون کو مانتا ہے، وہی شیطان کی عبادت کرتا ہے، اس لئے حکم الٰہی ہے:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ	اور تیرے پروردگار کا یہ فیصلہ ہو چکا کہ اللہ
الله، (اسرائیل - ۳)	کے سوا کی عبادت نہ کرو،

سورۂ کہف مین ہے:-

وَلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (۴)	اور نہ اللہ کسی کو اپنے حکم مین شریک کرتا ہے،

سورہ کے آخر مین ہے،

وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ	اور اپنے رب کی عبادت مین کسی کو شریک
اَحَدًا (کہف - ۱۲)	نہ کرے،

یہ عبادت ہر قسم کی اطاعت کو شامل ہے، قرآن پاک نے دوسرے موقع پر تصریح کی ہے کہ شرک صرف یہی نہیں ہے کہ ایک خدا کو دو خدا کہا جائے، بلکہ یہ بھی ہے کہ خدا کی اطاعت بلا واسطہ مین کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے، سورۂ انعام مین حلال اور حرام کھانے کی تفصیل کے بعد ارشاد ہے کہ

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِهِمْ	اور بے شبہہ شیطان اپنے دوستون کو سکھاتے
لِیُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ	ہین کہ تم سے جھگڑا کرین، اور اگر تم ان کی
اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ	اطاعت کرو، (ان کی بات مان لو) تو
(انعام - ۱۴)	یقیناً تم مشرک ہو جاؤ،

اوپر کی آیتون سے واضح ہوا کہ اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، یہان سوال پیدا ہوگا، تو پھر اسلام مین انبیاء اور ائمہ زمانہ اور خلفاء کی اطاعت کا حکم کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، جواب یہ ہو کہ بے شبہہ اسلام مین اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے (اور دوسرون کی اطاعت احکام الٰہی کی تبلیغ اور احکام الٰہی کے اجراء و تنفیذ مین حکم الٰہی کے تحت مین ہے، ارشاد الٰہی ہے،

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ	اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اور
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ،	اولی الامر کی اطاعت کرو،

اولوالامر کی اطاعت خواہ اس سے مراد علماء ہون یا حکام، خدا کے احکام کے تحت اسی کے احکام کی تنفیذ اور اجراء مین ہے، اور رسول کی اطاعت بھی احکام الٰہی کی تسلیم اور تنفیذ ہی کی خاطر ہے، جیساکہ ارشاد ہے:-

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ	اور جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اوس نے
اللّٰهَ، (نساء - ۱۰)	اللہ کی اطاعت کی،

اس سے پہلے اسی سورہ مین ہے،

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا	اور ہم نے کسی رسول کو نہین بھیجا، لیکن اس لئے
لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ،	کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کیجائے

یہود اور نصاریٰ نے احکام الٰہی کو چھوڑ کر اپنے راہبون اور کاہنون اور پوپون کی اطاعت کو دین بنا رکھا تھا، اور ان کا حکم، حکم خدا سے ماخوذ و مستنبط نہین بلکہ مستقل حکم کے طور پر بجا لایا جاتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک مین اُن کو شرک کا ملزم قرار دیا ہے، اور ان سے جزیہ یا قتال کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد ہے

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	اہل کتاب مین سے اُن سے لڑو جو اللہ
وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ	اور قیامت پر ایمان نہین رکھتے، اور نہ
مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ	جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام
لَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ	کیا، اس کو حرام مانتے ہین اور نہ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ (توبہ - ۴)	دین حق کی اطاعت کرتے ہین،

ان آیات مین اہل کتاب پر ایمان نہ رکھنے کا جو الزام قائم کیا گیا ہے، وہ اسی لحاظ سے ہے کہ

وہ صرف حکم الٰہی کے پابند نہین ہین، بلکہ یہ مرتبہ انھون نے خدا کے بندون کو بھی دے رکھا ہے، چنانچہ اس کے بعد اس کی تصریح ہے،

اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا (توبہ - ۵)

اونھون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالمون اور راہبون کو رب بنا رکھا ہے، اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ اُن کو صرف یہ کہا گیا ہے، کہ ایک ہی معبود برحق کی عبادت کرین،

عالمون اور راہبون کو رب بنانا اسی بنا پر ہے کہ وہ اُن کے حکمون کو بھی مستقلاً خدا کا حکم تسلیم کرتے تھے، کیونکہ ان کو یہ دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو غیبی طور سے اپنے حکمون سے اور معاملات کے فیصلون سے مطلع فرماتا ہے، اسلام نے اُن کو دوسری سورہ مین اس شرک سے باز رہنے کی دعوت دی،

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (آل عمران ـ ۷)

اے کتاب والو! آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکسان مانی ہوئی ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرین اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائین، اور نہ خدا کو چھوڑ کر ہم مین ایک دوسرے کو رب بنائین،

یہ رب بنانا اطاعت ہی کی بنا پر ہے، ترمذی اور مسند احمد مین ہے کہ جب عدی بن حاتم جو ایک عیسائی عرب امیر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور آپ نے اُن کے سامنے سورہ توبہ والی آیت مذکور پڑھی، تو عدی نے کہا وہ اُن کو معبود نہین بناتے، فرمایا کیون نہین، انھون نے

ان کے احکام کو ماننا یہی ان کو معبود بنانا ہے، الفاظ یہ ہین، فذالک عبادتھم ایاھم[1] ترمذی کی روایت مین ہے، کہ آپ نے فرمایا، کہ ہان وہ اُن کی عبادت نہین کرتے تھے، لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کہتے تھے، تو یہ حلال مان لیتے، اور جب حرام کرتے ہین تو حرام سمجھ لیتے ہین[2]،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شے کو حلال یا حرام ٹھہرانا کسی انسان کا کام نہین، بلکہ خدا کا ہے، اور اسی کا نام وضع حکم ہے، اس تحلیل اور تحریم مین کسی کو شریک ٹھہرانا عین شرک ہے، اسی طرح خدا کے علاوہ یا خدا کے حکم کے ساتھ بلا وساطت حکم خداوندی بالاستقلال کسی دوسرے کے حکم کی اطاعت بھی شرک ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے عرب اور یہود منافقین کو جو قانون الٰہی کی سختی سے بچنے کے لئے یا عدم ایمان کے سبب سے اپنے مقدمات یہودیون کی رواجی عدالت یا عرب کاہنون کے پاس لیجاتے تھے، زجر و توبیخ فرمایا، اور اُن کے اس فعل کو کھلا نفاق اور شرک فرمایا، چنانچہ بعض اصولی احکام عدل و انصاف اور طریق اطاعت احکام کے ذکر کے بعد ارشاد ہے :-

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ (نساء - ۹)

کیا تو نے ان کو نہین دیکھا، جو گمان کرتے ہین کہ وہ اُس پر جو تیری طرف اُتارا گیا، اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا ایمان لا چکے ہین، وہ چاہتے ہین کہ طاغوت کو اپنا حاکم بنائین، حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے، کہ وہ اس کو نہ مانین،

طاغوت لغت مین ہر اُس شے کو کہتے ہین کہ جس کو خدائے تعالیٰ کو چھوڑ کر معبود بنایا جائے اُنکُل معبود من دون اللہ اور اہل تفسیر نے شان نزول کا لحاظ کر کے کبھی اوس سے کاہنون اور جادوگرون کو

---

[1] تفسیر ابن کثیر [2] ترمذی تفسیر آیت توبہ،

اور کبھی یہودی حاکموں کو مراد لیا ہے، اس لئے اس کا مشترک مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کے احکام کو قانون کا درجہ دیکر اطاعت کی جائے، اور اس کے مطابق فیصلہ چاہا جائے، وہ طاغوت ہے، قرآن مجید میں یہ لفظ سات جگہوں پر آیا ہے، اور ہر جگہ اس سے مراد حاکم باطل اور معبود باطل لیا گیا ہے،

قوانین الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا اور فیصلہ چاہنا فسق ہے، اور اس کا مرتکب فاسق کہلائے گا،

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ	اور جو اللہ نے جو اتارا ہے اس کے رو سے جو
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (مائدہ)	فیصلہ نہیں کرتے، وہی فاسق ہیں،

اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا دوسرا نام حدود ارشاد فرمایا ہے، حدود وہ نشانات ہیں، جہاں تک آگے بڑھنے کی انسان کو اجازت ہے، اور جس سے تل بھر آگے بڑھنے کی جرأت گناہ اور عصیان ہے، یہ حدود اللہ تعالیٰ ہی کے بتائے ہوئے اور اُتارے ہوئے ہیں، قرآن پاک میں سورہ بقرہ اور نساء اور طلاق میں احکام الٰہی کے بیان کے بعد ارشاد ہے،

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ	یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدیں ہیں،
تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ	یہ اللہ کی بنائی ہوئی حدیں ہیں، جو ان
حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ	حدود سے آگے بڑھے گا وہ اپنے آپ
(طلاق)	پر ظلم کرے گا،

سورہ نساء میں وصیت کے قواعد کی تفصیل بتا کر آخر میں ارشاد ہوتا ہے :-

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ	یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں، اور جو اللہ اور
وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي	اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اللہ
مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا	اُس کو جنت میں داخل کرے گا، جن کے

وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَن يَعْصِ	نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اس میں ہمیشہ رہیں گے
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ	اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو اللہ اور
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَ	اس کے رسول کی نافرمانی کریگا، اور اللہ کی
لَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ (نساء-۲)	حدود سے آگے بڑھیگا اس کو وہ دوزخ میں ڈالیگا،

[illegible]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان حدود پر عمل اللہ و رسول کی اطاعت اور اس کی جزا جنت کی نعمت ہے اور اُن سے انحراف اللہ و رسول کی نافرمانی اور اس کا نتیجہ دوزخ کی سزا اور ذلت کی مار ہے، اور رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے،

قانون و شرع کی حقیقت تحلیل و تحریم ہی ہے، اور یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، انسان اگر اپنی طرف سے کسی قانون کو وضع کرے، اور بلا سند الٰہی کسی شے کو حلال یا حرام کرے تو اس کا نام "افترا علی اللہ" خدا پر جھوٹ تہمت باندھنا ہے، ارشاد ہوا:-

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ	اور جن چیزوں کو تم اپنی زبان سے (حلال
هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ	وحرام) بتاتے ہو ان کی نسبت یہ نہ کہو کہ
لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ	یہ حلال ہے، اور یہ حرام تاکہ تم اللہ پر
الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ	جھوٹ تہمت لگاؤ، یہ (دنیا میں) چند
لَا يُفْلِحُونَ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ	روزہ فائدہ ہے، اور ان کے لئے دردناک
عَذَابٌ أَلِيمٌ (نحل-ع ۱۵)	عذاب ہے،

اس آیت پاک میں نہ صرف یہ کہ اس حلال و حرام کی شریعت کو اپنے لئے مخصوص فرمایا، بلکہ یہ بھی پیشین گوئی فرما دی کہ جو لوگ شریعت الٰہی کو چھوڑ کر خود اپنی شریعت بنائیں گے، گو ان کو تھوڑے دن کا فائدہ حاصل ہو جائے، مگر وہ اُن کے لئے عذاب ہی ثابت ہو گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شریعتِ الٰہی کے مُنظر تھے، اور بندون کو احکامِ الٰہی سے آگاہ فرماتے تھے، اور اس حیثیت سے آپ کا ہر حکم حکمِ الٰہی ہے، لیکن حکمِ الٰہی کے بغیر ایک مرتبہ ایک چیز کو اپنے لئے آپ نے حرام قرار دیا، تو عتابِ الٰہی آیا،

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ، (تحریم)

اے پیغمبر! تو کیون اوس کو حرام کرتا ہے، جس کو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا،

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ استحقاق بالاستقلال نبی کو بھی حاصل نہین، حالانکہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہی کہ کسی مُباح چیز کا استعمال اپنی کسی ذاتی مصلحت کی بنا پر ترک کر دے، مگر جب رسُول نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس حق کے استعمال سے آپ کو منع فرما دیا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس سے دو نقصان تھے، ایک یہ کہ نبی کا ہر شرعی فعل جو اس کے لئے مُخصوص نہ ہو، اُمت کے لئے تحتِ حکمِ الٰہی شرع کا حکم رکھتا ہی، اس قاعدہ کی بنا پر آپ کے اس ترک سے اُمت اپنے لئے بھی ایک حلال چیز کو حرام سمجھ لیتی، دوسرے یہ ثابت ہوتا کہ نبی کو بغیر اذنِ الٰہی کے بھی حق تشریع ہے جو صحیح نہ ہوتا، اسی لئے نبی کی تشریعی حیثیت یہی ہے کہ وہ شریعتِ الٰہی کا مُبلغ اور قانونِ ربانی کا شارح اور مُنظہر ہے، قرآن پاک کی اس آیت میں ہی،

وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (توبہ۔۴)

اور یہود و نصاری اسے حرام نہین کرتے، جس کو اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کیا ہے،

اس آیت مین رسول کی طرف جو تحریم کی نسبت ہی وہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مبلغ تھے جن کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جس طرح احکام مین اولوالامر کی اطاعت عین رسول کی اطاعت ہے کیونکہ وہ رسول ہی کے لائے ہوئے احکام کو پیش کرتے ہین،

اسلامی علوم کی تدوین کے زمانہ مین یہ مسئلہ کہ حاکم شرع اللہ تعالیٰ ہے، اصول کا مسئلہ بن گیا ہے، چنانچہ علم عقائد اور اصول فقہ کی کتابون مین اس مسئلہ پر بحثین موجود ہین،

علم اصولِ فقہ مین یہ مسئلہ اس حیثیت سے زیرِ بحث آیا ہے، کہ واضع قانون صرف اللہ تعالیٰ ہی اور اسی کے امر و نہی سے بندون نے فرض و واجب اور حرام و حلال کو جانا،

علامہ آمدی المتوفی ۶۳۱ھ اپنی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام مین لکھتے ہین،

اعلم انه لا حاكم سوى الله تعالى ولا حكم الا ما حكم به، ويتفرع عليه ان العقل لا يحسن ولا يقبح، ولا يوجب شكر المنعم وانه لا حكم قبل ورود الشرع (ص ۱۱۳، مصر)

جاننا چاہئے کہ حکم دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہین، اور حکم وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اور اسی اصل پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ عقل نہ کسی کو اچھا کہتی ہے، اور نہ بُرا، اور یہ کہ محسن کا شکر عقلاً نہین ہے، اور یہ شرع کے ورود سے پہلے کوئی حکم نہین

مقصود یہ ہی کہ احکام شریعت اور قانونِ شرعی کا واضع صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اسی کا حکم حکم ہی، اور اسی کا قانون قانون ہے، اس بنا پر شرع کے نزول سے پہلے تنہا عقل کے رو سے کوئی حکم فرض، واجب، سُنت، مستحب یا حرام، ناجائز و مکروہ کی صورت مین جس کے فاعل پر ثواب یا عقاب کا حکم عائد کیا جا سکے، نہین ہو سکتا، اور نہ عقل اپنی تنہا کوشش سے کسی بات کو بہ اعتبار ثواب یا عذاب کے اچھا یا بُرا کہہ سکتی ہے،

علامہ ابن ہمام حنفی المتوفی ۸۶۱ھ تحریر مین لکھتے ہین،

الحاكم لا خلاف في انه رب العالمين، (ص ۲۵۹)

اس مین اختلاف نہین کہ حکم کا واضع پروردگار عالم ہے،

قاضی بیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ کی منہاج الاصول کی شرح مین علامہ اسنوی واضح کرتے ہین،

حُسن و قبح اور شے کے اچھے یا بُرے ہونے کے ایک معنی یہ ہین، کہ اُس شے کو فطرت پسند کرتی ہو

یا اوس سے نفرت رکھتی ہے، جیسے ڈوبتوں کو پانی سے باہر نکالنا، اچھی بات ہے' اور کسی کا مال ظلم سے لے لینا بُرا ہے، اس کے دوسرے معنی یہ ہیں، کہ ایک کمال کی صفت ہے، اور دوسری نقص کی، جیسے علم اچھا ہے، اور جہل بُرا ہے، ان دونوں معنوں کے لحاظ سے ان کے اچھے یا بُرے ہونے کا عقل کے رو سے فیصلہ کرتے ہیں' اس میں اختلاف نہیں ہے اختلاف اس میں ہے کہ کسی فعل پر ثواب اور کسی پر عذاب کے ترتب کا فیصلہ صرف شریعت سے معلوم ہو سکتا ہے' اشاعرہ (اور عام اہلِ سنت) کے نزدیک حسن و قبح کے یہ دونوں فیصلے صرف شرع پر موقوف ہیں، اور معتزلہ کہتے ہیں، کہ عقل اس کا فیصلہ کر سکتی ہے، اور اس فیصلہ کے لئے حکم الٰہی کے ورود کا انتظار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر بندوں کے مصالح اور مفاسد کی مراعات (لحاظ کرنا) واجب ہے، شریعت کے نزول سے عقل کا فیصلہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے،

(صفحہ ۹ برحاشیہ تحریر ابن ہمام)

معتزلہ نے حقیقت میں الٹی بات کہی ہے، بے یہ کہ شریعت کے فیصلہ سے حکم کی معرفت ہوتی ہے، اور عقل سے، اس کی مصلحت قیاس و تجربہ کی بنا پر اہل عقل کے نزدیک مضبوط اور مستحکم ہو جاتی ہے، اور یہی اہلِ سنت میں سے متاخرین ماتریدیہ (حنفیہ) کا مسلک حق ہے، مولانا محب اللہ بہاری المتوفی ۱۱۱۹ھ مسلم الثبوت میں کہتے ہیں،

"حکم صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ کمال و نقص اور دنیاوی غرض و مصلحت کے موافق یا مخالف ہونے کا فیصلہ عقل سے ہوتا ہے، اختلاف اس میں ہے، کہ کسی فعل کے کرنے والے کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدح یا مذمت کا مستحق ہونا عقل کے رو سے سمجھا جا سکتا ہے' یا صرف شرع سے تو اشاعرہ کے نزدیک وہ صرف شرع سے معلوم ہوتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھا فرمایا، وہ اچھا ہے، اور جس کو بُرا فرمایا وہ بُرا ہے، اور اگر

اللہ تعالیٰ اس کے خلاف فرماتا تو وہی اچھا یا بُرا ہوتا، اور ہمارے (یعنی ماتریدیہ) اور معتزلہ کے نزدیک وہ عقل سے معلوم ہو سکتا ہے، لیکن ماتریدیہ اور معتزلہ میں فرق یہ ہے کہ معتزلہ اور امامیہ اور کرامیہ وغیرہ یہ کہتے ہیں، کہ جس پہلو کو عقل ترجیح دے، اوسی کے مطابق حکم دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جس پہلو کو عقل ترجیح دے، وہ پہلو اس بات کا مستحق ہے، کہ اللہ حکیم و دانا کا حکم ہو، لیکن جب تک اللہ تعالیٰ حکم نہ دے تو کوئی حکم محض عقل سے نہیں ہو سکتا،"

(المقالۃ الثانیہ فی الاحکام)

بعض اہلِ اصول نے معتزلہ کی طرف جو یہ نسبت کی ہے، کہ وہ حاکم قانون عقل کو سمجھتے ہیں، مولانا بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت میں اس مسئلہ کی شرح میں اس کی تردید کی ہے، فرماتے ہیں،

"اس مسئلہ پر کہ حکم صرف اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، تمام اُمت کا اجماع ہے، اور ہمارے مشائخ کی بعض کتابوں میں جو یہ لکھا ہے، کہ یہ ہمارے نزدیک ہے، اور معتزلہ کے نزدیک واضع قانون و حاکم عقل ہے، یہ غلط ہے کیونکہ ایسا کہنے کی جرأت کسی ایسے شخص کو نہیں ہو سکتی جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، بلکہ معتزلہ یہ کہتے ہیں، کہ عقل بعض احکامِ الٰہی کو جان سکتی ہے، چاہے شرع میں وارد ہو، یا نہو اور یہی ہمارے اکابر مشائخ کے نزدیک بھی ثابت ہے،"

قاضی شوکانی المتوفی ۱۲۲۵ھ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعرہ اور معتزلہ کے اختلاف اور اتفاق کے موقع میں حسب ذیل فرق ہے،

"اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ نبی کی بعثت اور اس کی دعوت کے پہنچنے کے بعد حاکم قانون صرف شرع ہے، اختلاف اس زمانہ اور حالت سے متعلق ہے جب

نبی کی بعثت نہ ہو یا اس کی دعوت کسی تک نہ پہنچی ہو، تو اشاعرہ کے نزدیک اس وقت کسی حکم کا کوئی مکلف نہیں ہے، نہ کفر حرام ہے اور نہ ایمان واجب ہے، اور معتزلہ کے نزدیک اس وقت بھی عقل کے رو سے جو حکم ہو اس کے ساتھ حکم الٰہی کا تعلق سمجھا جائے گا"

(ص ۶، ارشاد الفحول، مصر)

اب آخر میں ہم حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول فیصل نقل کرتے ہیں جو ان تمام مباحث کا نچوڑ (خلاصہ) ہے،

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاکم نہیں، اوسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا، اور عقل وغیرہ کسی مخلوق کی یہ شان نہیں، کہ وہ کسی حکم کو ثابت کرے، اللہ تعالیٰ نے وجوب یا استحباب کے ساتھ جس کا حکم دیا، وہ درحقیقت حسن (اچھا) ہے، عام اس سے کہ وہ لذاتہ حسن ہو یا اپنے کسی وصف یا کسی متعلق کی بنا پر، اسی طرح جس سے منع فرمایا، وہ (قبیح) برا ہے، تو افعال کا حسن و قبح کے ساتھ اتصاف امر و نہی سے پہلے ہی عالم حقیقت میں ہو چکا تھا اور اسی کی رعایت کر کے اللہ تعالیٰ نے امر و نہی فرمایا ہے، عقل کبھی اُن کے حُسن و قبح کو معلوم کر لیتی ہے، تو اس موقع پر اس حسن و قبح کو عقلی کہہ دیتے ہیں، لیکن شرع کے ورود سے پہلے کوئی حکم نہ تھا، تو یہ مذکورۂ بالا حسن و قبح بندون کے حق میں تمامتر اللہ تعالیٰ کی حکمت پر مبنی ہے، پس احکام بندون کے حق میں صرف شرع الٰہی پر مبنی ہیں" (ص ۱۲)

حضرت مولانا شہید کا یہ رسالہ اصول فقہ درحقیقت اصول فقہ کی "تہذیب[1]" ہے، اس فن

---

[1] تہذیب منطق میں ایک مختصر متین کا نام ہے جس میں بڑے بڑے فیصلون کو جن پر مباحث کے دفتر ہیں ایک ایک فقرہ میں ادا کر دیا گیا ہے،

کے بڑے بڑے مسئلون کو ایک ایک دو دو فقرون میں طے فرما دیا ہے، اوپر کی عبارت میں مصنف نے جو کچھ کہا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ قانون کا واضع درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے، یہ حق مخلوقات میں سے کسی کے لئے ثابت نہیں ہے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے امر اور نہی فرمایا ہے، وہ تمامتر حکمت اور بندون کی مصلحت پر مبنی ہے، عقل کبھی اس حکمت و مصلحت کو پا لیتی ہے، تو اس کو عقلی بھی کہہ سکتے ہیں، ورنہ عقلی کہنے کا یہ منشا نہیں کہ عقل اوس قانون کی واضع اور آمر ہے،

اس تفصیل کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے ماہرین قانون نے شروع سے اخیر تک اس اصول کو مان لیا ہے، کہ اسلام میں وضع قانون کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، وہی ایک حاکم آمر اور واضع شرع ہے،

اس موقع پر بعض صاحبون کو یہ شبہہ پیش آئے گا کہ یہ قانون شرع تو کسی قدیم زمانہ میں ایک وقت خاص میں نازل ہوا، وہ زمانہ کی ہر ضرورت اور نئے حالات کے مناسب قیامت تک کے لئے کیونکر ہو سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہی قانون کے اصول اور کلیات اور دوسرے ہیں اوس کے فروع اور جزئیات، دنیا کے ہر قانون کے اصول و کلیات خواہ وہ عقلی و تجربی ہی ہون ہمیشہ یکسان رہتے ہیں، ان میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا، تغیر تبدل اور تجدد یعنی نئی نئی صورتون کا پیش آنا، یہ واقعات اور حوادث میں ہوتا ہے، جو انہی کلیات کے اندر مندرج ہوتے ہیں، جیسے فن طب جب بھی بنا ہو، لیکن اس کے اصول و کلیات پرانے اور غیر متبدل ہیں، اب جو بھی بیماریان ظاہر ہون، قدیم اصول کے تحت ان کا بیان طب کی کتابون میں موجود ہے، مثال کے لئے یون سمجھئے کہ قتل ناحق کی سزا قصاص اور دیت اور کفارہ وغیرہ شرع میں مقرر ہے، اب یہ صورتیں کہ وہ قتل پہلے تیر اور تلوار سے ہوتا تھا، اور اب بندوق سے تمنچہ سے ریوالور سے توپ سے، گولے سے اور مختلف نئے نئے اوزارون سے ہوا کرتا ہے، لیکن یہ تغیر مسئلہ کی صورت میں فرق نہیں پیدا کرتا، کسی کی سواری

سے کسی کو نقصان پہنچ جائے، تو اس کا اصولی جواب شرع مین موجود ہے، پہلے یہ سواری جانورون کی صورت مین محدود تھی، اور اب گاڑی، سائیکل، موٹر، ریل وغیرہ کی صورتون مین یہ حادثے پیش آئین، تو اصول کلیہ مین کوئی فرق نہ ہوگا،

دوسرا شبہہ یہ پیش آسکتا ہے، کہ اگر یہ اصول صحیح ہے، تو ہر زمانہ کے مجتہد نئے حالات کا حکم جو اپنے اجتہاد سے بتاتے ہین، کیا وہ نیا حکم نہین ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہد وہ ہین جو احکام کے اصول و فروع پر پوری نگاہ رکھتے ہین، اور آیات و احادیث سے احکام کے اصول کلی اور اُن کے علل و اسباب اور مصالح و مفاسد کو معلوم کرتے ہین، اور ان کے مطابق نئی پیش آنے والی جزئی صورتون کا فیصلہ کرتے ہین، اس بنا پر ان کا اجتہاد و قیاس کسی نئے حکم کا واضع اور مخترع نہین، بلکہ مظہر ہے یعنی وہ حکم کا اختراع نہین کرتے، بلکہ یہ ظاہر کرتے ہین، کہ مقررہ احکام الٰہی کے تحت مین اس نئی صورت کا یہ جواب ہے، اہلِ اصول کے اس مسئلہ کے کہ قیاس حکم کا صرف مظہر ہے، یہی معنی ہین کہ وہ بتاتا ہے کہ یہ نیا جزیہ فلان اصول کلی کے ماتحت ہے، انہی اصولون کی بنا پر ہمارے فقہا نے فتاویٰ کا پورا دفتر مرتب کیا ہے، جس کے مطابق ہر زمانہ مین ہر ضرورت کا جواب دیا جا سکتا ہے، اور جس پر دنیا کے مختلف حصون مین مسلمانون کی عظیم الشان حکومتین اور عدالتین قائم ہوئین، اور اب بھی ہین،

ضمیمہ مسئلہ سود و قمار وغیرہ

المُلقب بہ

دافع الضنک عن الانتفاع بالبینک

از مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صدر شعبۂ دینیات ڈھاکہ یونیورسٹی

(۲)

اس کے بعد کاروبار بینک کے جواز کی ایک اور خوبصورت دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ یہ مسئلہ فضل کی فرع ہے، جس کی شرح یہ ہے کہ جب قرض لیا جائے اور پھر ادا کیا جائے تو اصل کے ساتھ کچھ زائد بھی ملا دیا جائے[1]، یہی فضل کا اصول ترقی پا کر بینک کا قالب اختیار کر گیا ہے، اس پر یہ سوال پیدا ہوتا تھا، کہ پھر ربادی کاروبار (انفرادی سود) کو بھی مسئلہ فضل کی فرع کیون نہ کہا جائے؟ اس کا یہ فلسفیانہ جواب دیا گیا ہے، جس کو سُن کر افلاطون کی روح بھی تڑپ جائے گی، کہ "شاید یہ ابتک ایک راز کی صورت مین چھپا رہا ہے (جو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد حضرت علامہ ہی کے فلسفی دماغ پر منکشف ہوا ہے) وہ یہ ہے، کہ ربوا ایک جبری زائد یہ ہونے

---

[1] حدیث یا قرآن سے اس مسئلہ کو ثابت کرنا مستدل کا پہلا فرض ہے، یہ دعوی سے کہا جاتا ہے کہ قرض کے متعلق حدیث و قرآن مین یہ الفاظ ہرگز نہین، اور جو کچھ حدیث مین ہے اوس کی شرح میرے رسالہ کشف الدجی عن وجہ الربوا مین مذکور ہے، ضرورت ہوئی تو معارف مین بھی اعادہ کر دیا جائے گا، اگر علامہ مخاطب نے دوبارہ اس بحث پر قلم اٹھایا، وقد اشرت الی تفسیرہ فی آخر ہذہ المقالۃ ایضاً نقلاً عن المبسوط والبدائع وغیرہما والعاقل تکفیہ الاشارۃ ۱۲،

کے علاوہ تاسیسی اور تعمیری شان سے محروم ہے، یعنی وہ مستقل نظام اعانت کی بنیاد نہیں رکھتا
اور تعمیر نہیں کرتا، اس کے برعکس اصولِ فضل علاوہ رضائی زائدیہ ہونے کے تعمیری و تاسیسی
شان کا بھی مالک ہے"

کوئی ہو جو اس رازِ درونِ پردہ کی داد دے؟ ربادی کاروبار اور بنک کے کاروبار میں پہلا فرق تو بتلایا گیا ہو کہ ربادی کاروبار مین جو سود لیا جاتا ہو وہ جبری ہے اور بنک کے کاروبار مین جو سود لیا جاتا ہو وہ رضائی ہو یعنی وہان جبراً زیادہ لیا جاتا ہے، یہان خوشی سے لیا جاتا ہے، اب مہربانی فرماکر ذرا اس جبر و رضا کی شرح بھی فرما دیجائے، اگر یہ مطلب ہے کہ بنک جب کسی کو قرض دیتا ہے، تو اپنی طرف سے سود نہیں "لگاتا" نہ سود کی شرط کرتا ہے" یونہی بلا شرط قرض دیدیتا ہے، لینے والا اپنی خوشی سے کچھ زیادہ ادا کر دیتا ہے، تو یقیناً آپ بنک کے کاروبار سے قطعاً ناواقف ہین، بنک جب بھی کسی کو قرض دے گا، سود کی شرط سے دیگا، اور اسی وقت سے قرض لینے والے کے نام پر سود لگنا شروع ہو جائے گا، اور قرض مین زائد کی شرط لگانا ہی شرعاً ربوا اور حرام ہے" اور اگر یہ مطلب ہے کہ ربادی کاروبار مین اگر سود نہ ادا کیا گیا تو قرض دینے والا عدالت مین نالش کر دیتا ہے" اور قرض لینے والے کی جائداد قرق کرا لیتا ہے، سو جاننے والے جانتے ہین، کہ بنک بھی ایسا ہی کرتا ہے، ہمارے سامنے ایسے زمینداروں کی نظائر موجود ہین، جن کی لاکھون کی جائداد بنک نے اپنے سودی قرض مین قرق کرا لی ہے، اور آج اُن کی اولاد نان شبینہ کی محتاج ہے، اگر یہ مراد ہے کہ ربادی کاروبار مین ڈنڈے کے زور سے سود وصول کیا جاتا ہے اور بنک ایسا نہیں کرتا، تو یہ بھی مشاہدہ کے خلاف ہے، بنیا اور یہودی بڑی خوشامد اور چاپلوسی سے سود وصول کرتے ہین، جب اس طرح کام نہین چلتا، تو عدالت کے ذریعہ وصول کرتے ہین، البتہ سرحدی پٹھان ڈنڈے کے زور سے وصول کرتا ہے، مگر وہ اس کو سود ہی نہین سمجھتا، اس کے نزدیک تو مولانا گیلانی کے فتوے کے مطابق اہل حرب سے جو کچھ بھی عقد ربا کے ذریعہ وصول کیا جائے ربا ہی نہین،

اوسی طرح ربا نہیں جس طرح عبد و مولیٰ کے درمیان ربا نہین جس کا جواب مفصل عرض کر چکا ہون"

دوسرا فرق یہ بتلایا گیا ہے، کہ ربادی کاروبار تاسیسی اور تعمیری شان سے محروم ہے" بنک کا کاروبار تعمیری و تاسیسی شان کا مالک ہے" مولانا کا فرض ہے کہ اس مقدمہ کو کسی دلیل شرعی سے ثابت کرین کہ اگر قرض مین زائدیہ کی شرط تعمیری و تاسیسی شان سے ہو تو وہ سود نہین، پھر یہ بھی تبلائین کہ اگر ربادی کاروبار کرنے والا بھی روپیہ مین سے ایک آنہ یا دو آنہ تعمیری کامون کے لئے نکالتا ہو تو کیا اس صورت مین وہ ربادی کاروبا کو جائز کر دین گے؟ مشاہدہ تو یہ ہے کہ ربادی کاروبار کرنے والے بنک والون سے زیادہ تعمیری کامون مین حصہ لیتے ہین، کیا آپ کو معلوم نہین، کہ کانگریس کو تعمیری کامون کے لئے لاکھون روپے کی تھیلیان کلکتہ کے مارواڑیون اور بمبئی کے مہاجنون ہی سے وصول ہوتی ہین، اور اُن ہی کی امداد کے سہارے کانگریس نے ترقی کی ہے، تو کیا ان لوگون کے لئے ربادی کاروبار کو جائز کر دیا جائے گا؟ اس کے بعد آپنے ایک اور قاعدہ سے بنک کے کاروبار کو جائز کرنے کی کوشش کی ہے، کہ

"اسلام مین عموم بلوی اور تعامل ناس کا اصول موجود ہے، جس کا منشا یہ ہے کہ
جس چیز کی حرمت منصوص نہ ہو، صرف قیاس سے محرمات مین شامل کر دی گئی ہو اگر
رواج عام اور عمل عمومی اوس کو معمول بہا بنا ڈالین تو وہ محرمات سے نکل جائے گی"

آپ کو تسلیم ہے کہ یہ اصول وہان ہے جہان کسی چیز کی حرمت منصوص نہ ہو مگر ہم کو یہ تسلیم نہین، کہ بنک کے کاروبار کی حرمت غیر منصوص ہے، اور محض قیاس سے اوس کو محرمات مین داخل کیا گیا ہے، کیونکہ بنک بھی ربادی کاروبار والون کی طرح لوگون کو قرض دیتا ہے، اور قرض سے زائد وصول کرتا ہے، لوگ بنک مین روپیہ جمع کرتے ہین، اور اس سے سود لیتے ہین، اور اس کی حرمت منصوص ہے، رہا یہ کہ ربادی کاروبار مین فرد کا معاملہ ہے، اور بنک مین جماعت کا تو اس سے حرمتِ منصوصہ

منصوصہ مین فرق نہ آئے گا، بلکہ جرم قوی تر ہوجائے گا، اگر ایک آدمی کی جگہ ایک جماعت خاص نظام وانتظام کے ساتھ ڈاکہ ڈالنے لگے، تو کوئی عاقل بھی یہ نہ کہے گا، کہ ڈاکہ کی یہ صورت منصوص نہین، بلکہ ہر شخص کہے گا، کہ یہ صورت پہلی صورت سے بھی زیادہ بڑی ہے، اگر صورت کے بدلنے سے حرمت منصوصہ بدلنے لگے، تو شاید آپ فلم کمپنیون مین عورتون کے ناچنے گانے اور پارٹ ادا کرنے کو بھی جائز کہدین گے، کیونکہ رقص وسرود کی یہ نئی صورت نزولِ قرآن وحدیث کے وقت کہان تھی؟ پھر عموم بلوی اور تعامل ناس اوس وقت دلیل بن سکتا ہے، جب کہ عام طور پر مسلمان "خواص وعوام علمار وصلحا، اور جہلا، سب ہی کسی کام کو اپنا معمول بنالین، جس سے عملی اجماع کی شان پیدا ہوجائے، اور اس امت کا اجماع حجت ہے، لیکن اگر یہ نہ ہو بلکہ صرف ایک طبقہ نے کسی کام کو معمول بنایا ہو تو اس کو عموم بلوی اور تعامل ناس مین ہرگز داخل نہین کیا جا سکتا، اب مجھے تبلایا جائے کہ بنیک کے کاروبار کو مسلمانون کے کس طبقہ نے معمول بنایا ہے؟ صرف ایک طبقہ نے یعنی تجار نے اور ان مین سے بھی سب نے نہین، بلکہ بڑی تجارت والون نے اور ان مین سے بھی صرف عوام غیر اتقیا نے تو اس کو عموم بلوی مین داخل کرنا محض فلسفیانہ مغالطہ نہین تو اور کیا ہے، ؟ حالانکہ اب تک مسلمانون نے خود اپنا ایک بنیک بھی قائم نہین کیا، بنکنگ کے جواز کے لئے آخری اصول آپ نے یہ بیان فرمایا ہے، کہ

الضرورات تبیح المحظورات، ضرورتین ممنوعات کو مباح بنا ڈالتی ہین،

مگر مجھے کہنے دیجئے کہ آپ نے اس قاعدۂ فقہیہ کا مطلب نہین سمجھا، یہان ضرورت سے مراد حالت اضطرار ہے، جیسے کوئی پیاس سے مرنے کے قریب ہوجائے اور پانی آس پاس نہ ہو کسی کے پاس شراب ہو تو اس وقت شراب سے پیاس بجھا لینا اور جان بچا لینا جائز ہے، یا تین چار دن کے فاقہ سے جان بلب ہو تو مردار کھا کر جان بچ سکتا ہو، یا ناقابلِ برداشت تکلیف مراد ہے جیسے بیمار کو روزہ کا افطار جائز ہے جبکہ ناقابلِ برداشت تکلیف ہونے لگے، بنکنگ کو اس درجہ مین داخل کرنا نرا فلسفہ ہے شریعت نہین خصوصاً جبکہ نظام بنیک مین ذرا سی تبدیلی کرکے اسکو جائز صورت مین

ڈھالا جا سکتا ہے، جیسا کہ آیندہ تبلایا جائے گا، اخیر مین کاروبار بنیک کو حرام تبلانے والون سے ایک سوال کیا گیا ہے کہ

"کیا اونھون نے بہتیری ایسی باتین جو اگلون کے یہان ممنوع تھین مشروع نہین ٹھہرا دین مثلاً تعلیم کا معاوضہ اگلون کے یہان ممنوع تھا، اور پچھلون نے اس کو مشروع اور معمول ٹھہرا لیا، اور اس کی توجیہ کیا کی؟ ضرورت کی شدت، ضرورت کی شدت، بنیک کے معاملہ مین بھی دامنگیر ہے؛"

اس مثال کا جواب یہ ہے کہ استیجار علی الطاعات یعنی عبادات اور طاعات کے کامون پر اجرت لینا فقہائے اسلام مین مختلف فیہ ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اس کو جائز کہتے ہین، امام ابوحنیفہؒ نے اس کو ناجائز فرمایا ہے، تو یہ ایسا فعل نہین تھا جس کی حرمت پر نص قطعی قائم ہو یا اجماع ہو چکا ہو بلکہ مختلف فیہ اجتہادی مسئلہ ہے اور ایسے مسائل مین شدت ضرورت کے وقت دوسرے ائمہ کے اقوال پر فتوی دینے کی فقہا کو گنجایش ہے، بنیک کا کاروبار مختلف فیہ نہین بلکہ صریح ربا ہے، صورت کے بدلنے سے حقیقت نہین بدل سکتی، جیسا اوپر تفصیل سے عرض کر چکا ہون، اس لئے اوس کو قیاسات اور اجتہادیات مین شامل کرنا قطعاً غلط ہے، اور تعلیم کے معاوضہ پر قیاس کرنا تو غلط در غلط ہے، خاتمہ کلام پر تو آپنے ایک ایسی بات فرمادی ہے جس نے سارا بنا بنایا قلعہ ہی منہدم کر دیا، اسلامی بنیک قائم کرنے کی ضرورت اور غیر مسلم بنیکون کی خطرناک حالت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہین:-

"پھر کیا تم اس معمولی گر کو بھی نہین سمجھتے، کہ بنیک جہان ایک پہلو سے حفاظت کی جگہ ہے ایک دوسرے پہلو سے ہلاکت کی جگہ بھی ہے، اور اس تفریق کا دار ومدار نظام کے کچھ بھیدون پر ہے، جن کی خبرین صرف منتظمین بنیک کے سینے ہین،"

سبحان اللہ! اس نظام کو آپ کبھی مسئلہ فضل کی فرع قرار دینا چاہتے ہین، کبھی الضرورات

تیج المحظورات کے تحت مین لانا چاہتے ہین، کبھی اعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ، کے تحت مین داخل کرکے واجب قرار دینا چاہتے ہین، کیا ان اصول اسلامیہ کی کوئی بھی فرع ایسی ہے جو ایسے بھیدون پر مشتمل ہو، جو ایک پہلو سے حفاظت کا سامان ہون، اور دوسرے پہلو سے ہلاکت کا سامان،

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست

ایسے گورکھ دھندے اور اندھے نظام کو اصول اسلامیہ کے تحت مین داخل کرنا اسلام پر بدنما داغ لگانا اور اس کو بدنام کرنا نہین تو اور کیا ہے؟ مین پوچھتا ہون کہ جب بنیک کے نظام مین ہلاکت کا سامان بھی ہے، اور اس کے بھیدون کی قبرین صرف منتظمین بنیک کے سینے ہی ہین، تو یقیناً اسلامی بنیک قائم کرنے والون کے سینے بھی ان بھیدون کی قبرین ہون گی تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہ اسلامی بنیک کسی وقت مسلم قوم کی پوری دولت یا بہت بڑی دولت کو اپنے شکمون مین رکھ کر اسطرح ہضم نہ کر جائین گے، کہ ڈکار بھی نہ لین، کیا آپ کے نزدیک اسلامی بنیک قائم کرنے والے سب فرشتے ہی ہون گے، اگر یہ کہا جائے کہ ہم اسلامی بنیک کو ان بھیدون سے پاک کرکے نیا نظام قائم کرین گے تو مین کہون گا کہ جس وقت آپ ایسا نظام قائم کرلین گے، اسی وقت اس کو اسلامی اصول کے تحت مین داخل کرنے کا حق بھی ہوگا، اس سے پہلے تو آپ کو یہ حق ہرگز نہین اور موجودہ نظام بنیک کو جو اس وقت دنیا مین رائج ہے، یقیناً خلاف اسلام اور ناجائز و حرام ماننا پڑے گا، مقام شکر ہے کہ بالکل آخر مین آپ نے انصاف سے کام لے کر سچی بات کہہ ہی ڈالی، کہ بنیک کی دو قسمین کی جا سکتی ہین، ایک جائز اور مفید، دوسری ناجائز اور مہلک، پہلی قسم کا نام "اسلامی ربانی" بنیک رکھا گیا ہے، اور دوسری کا "نفسانی"، اسلامی بنیک کے امتیازات حسب ذیل بیان کئے گئے ہین:-

الف:- وہ اپنے تجارتی شعبہ مین اس شرط کی پابندی کرتا ہے کہ صرف مشروع تجارتون کو اختیار کرے گا، نامشروع تجارتون کو اختیار نہ کرے گا،

ب:- اس شرط کی بھی پابندی کرتا ہے کہ صرف مشروط طریقۂ تجارت کو اختیار کرے گا، نامشروع طریقہ اختیار نہ کرے گا،

ج:- وہ اس رعایت کی بھی پابندی کرتا ہے کہ اس کا کوئی مقروض اگر تباہ ہوتا ہو تو اس سے اپنا قرض وصول کرکے اس کی قطعی تباہی کا ذریعہ نہین بنجائے گا، بلکہ اس کو مزید مدد دے کر سنبھالے گا، اور اپنا ڈوبا ہوا قرض درستی حالت کے بعد رفتہ رفتہ وصول کرے گا، یا آسانیون کے ساتھ وصول کریگا،

د:- اس اصول کو بھی جاری رکھتا ہے کہ حصہ دارون کی طرح جمع کنندون کو بھی اس کے تجارتی نقصانون مین شریک ہونا ضروری ہے، جیسا اس کے تجارتی منافع مین،

ہ:- وہ اس اصول کو بھی ملحوظ رکھتا ہے کہ جمع اور قرض کے منافع کو متعین نہین کرتا، صرف نفع تجارت کے زائدیہ کو متعین کرتا ہے تاکہ اصول فضل کی بھی رعایت رہے،

و:- وہ اپنے کچھ و خل و دغل (دھوکہ خیانت) سے پاک رکھتا ہے، اور کوئی ایسا بھید نہین رکھتا جو ناواقفون کو لوٹنے کے کام آئے،

ز:- وہ اصول ربوبیت کو بھی اپنے بنیادی اصولون مین شامل رکھتا ہے، اور اس کو برتنے کے لئے اپنے نفع کا ایک حصہ مخصوص کر دیتا ہے، نفسانی بنیک ان لطافتون کو برداشت نہین کرتا،

مین ناظرین سے دریافت کرنا چاہتا ہون کہ ان شرائط کے ساتھ دنیا مین کوئی بھی بنیک موجود ہے؟ اس کا یقیناً جواب نفی مین ہے، تو سارے رسالہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ بنیک کے کاروبار کی موجودہ صورت تو ناجائز اور حرام ہے، اور جو صورت جائز ہو سکتی ہے وہ موجود نہین

بہت شور سنتے تھے پہلو مین دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

اب حضرت علامہ کا اسی رسالہ کے اندر ایک جگہ یہ فرمانا کہ

"یہ سچ ہے کہ بینک کے شرعاً جائز ماننے مین بہتیرے علماے اسلام کو تردد ہے، بہتیرون کو اختلاف ہے لیکن ہم بخوبی جانتے ہین کہ اس تردد اور اختلاف کا سبب ان کا علم نہین، ان کا وہم ہے، افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے علماے اسلام عموماً وہ ہین جن کے لئے علماے اسلام کا لقب مشکل سے موزون ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ نہ اسلام سے واقف ہین، نہ دنیا سے جہان اسلام اترا، نہ انسانون سے جن کے لئے اسلام اترا، ان کا علم اپنا اختراعی اور من گھڑا ہوا علم اسلام ہے، یا سنا سنایا ہوا علم اسلام ہے، حقیقت سے سیکھا ہوا اور حقیقت پر پرکھا ہوا علم اسلام نہین ہے"

یہ زری فلسفیانہ تعلی نہین تو اور کیا ہے، آخر آپ ہی نے اپنے علم سے کونسا تیر مار لیا، جس کا روبار بینک کو علماے اسلام حرام کہہ رہے تھے، آخر مین آپ نے بھی اس کو حرام اور نقصانی تسلیم کر لیا، اور جس کو آپ جائز کہہ رہے ہین، اس کا وجود اب تک تو دنیا مین اور کم از کم ہندوستان مین ہے نہین، نہ اس کے متعلق کسی نے علماے اسلام سے استفتا کیا، نہ انھون نے اس کے عدم جواز کا ابھی تک فتویٰ دیا، علماے اسلام نے جس کاروبار بینک کے عدم جواز اور حرمت کا فتویٰ دیا تھا، آپ اس کو کسی دلیل سے جائز ثابت نہین کر سکے، اور آخر مین ان کے فتویٰ کی صحت ماننے پر خود ہی مجبور ہو گئے، اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس رسالہ کے شروع اور وسط مین جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ سب اُس غلامانہ ذہنیت کے تحت لکھا گیا ہے، جو یورپ کی مادی ترقی کی چکا چوندھ سے عموماً عقول عامہ پر چھا رہی ہے، آخر مین کچھ حریت کی شان پیدا ہوئی، تو سارے بنے بنائے قلعہ کو خود ہی منہدم کر کے وہی کہنے لگے، جو علماے اسلام فرما رہے تھے، اس کو کہتے ہین، ع

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

آپ نے اسلامی بینک کے شرائط مین دفعہ د کے تحت جو کچھ لکھا ہے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ "اسلامی بینک کو شیرز کمپنی ہونا چاہئے جس مین رقم جمع کرنے والے اس کی تجارت کے حصہ دار ہو کر نفع و نقصان دونون مین شریک ہون"، فرمایئے شیرز کمپنی کو کس عالم اسلام نے حرام کہا ہے؟ آپ تحقیق کرین گے تو معلوم ہو گا کہ شیرز کمپنی مین بہت سے علما حصہ دار ہین، آپ نے اسلامی بینک کی تشکیل کی بحث کو تشنہ چھوڑ دیا ہے، جی چاہتا ہے، کہ مین اس کی تکمیل کر دون،

اسلامی بینک کی تشکیل

اسلامی بینک ان اصول کے ساتھ قائم ہونا چاہئے، دفعہ الف اور ب اور ج تو وہی ہین جو آپ نے تحریر فرمائی ہین یعنی

الف:- وہ اپنے تجارتی شعبہ مین اس شرط کی پابندی کرتا ہے، کہ صرف مشروع تجارتون کو اختیار کریگا، نامشروع تجارتون کو اختیار نہ کرے گا،

ب:- اس شرط کی بھی پابندی کرتا ہے، کہ صرف مشروع طریقۂ تجارت کو اختیار کریگا، نامشروع طریقہ اختیار نہ کرے گا،

ج:- وہ اس رعایت کی بھی پابندی کرتا ہے، کہ اس کا کوئی مقروض اگر تباہ ہوتا ہو تو اس سے اپنا قرض وصول کر کے اس کی قطعی تباہی کا ذریعہ نہین بن جائے گا، بلکہ اس کو مزید مدد دے کر سنبھالے گا، اور اپنا ڈوبا ہوا قرض درستی حالت کے بعد رفتہ رفتہ وصول کرے گا، یا آسانیون کے ساتھ وصول کرے گا،

د:- اسلامی بینک کسی کو قرض دیکر زیادہ وصول نہ کرے گا، بلکہ جو شخص بینک سے رقم لینا چاہے، اس کو مضاربت پر یہ کہکر رقم دیجائے گی، کہ تم اس سے تجارت کرو یا کوئی صنعت و حرفت اختیار کرو، اور اس کے منافع سے بینک کو نصف یا ثلث یا ربع (یا جتنا مناسب سمجھا جائے مقرر کر کے تبلا دیا جائے گا کہ اتنا) دیتے رہو، اور اگر مقدار مقرر کر دیجائے کہ ماہوار یا سالانہ اس قدر رقم

دینا ہوگا تو گو حنفیہ کے نزدیک مضاربت مین نفع کا حصہ اس طرح مقرر کرنا جائز نہین مگر بعض فقہاے اسلام کے یہان جائز ہے، تو اس کی بھی گنجایش دیجا سکتی ہے۔

ہ:۔ بینک کے حصہ دار، جو لوگ اس مین اپنی رقم جمع کرین، سب کے سب بینک کے تجارتی کاروبار مین شریک ہون گے، اور نفع و نقصان دونون مین حصہ لین گے، اس طرح اسلامی بینک کی شکل شیرز کمپنی کی ہوگی،

و:۔ اسلامی بینک اپنے حصہ دارون اور شرکار کے لئے منافع کی مقدار متعین نہ کرے گا بلکہ ہر سال جس قدر نفع تجارت مین ہوگا اوسی کے موافق نفع دیا جائے گا، جو کبھی کم ہوگا، کبھی زیادہ، ایک مقدار پر نہ ہوگا،

ز:۔ اسلامی بینک اپنی تجارت کی زکوٰۃ بھی سالانہ ادا کرے گا، یعنی سال پورا ہونے پر جس قدر سرمایہ موجود ہو، اس کی قیمت لگائی جائے، اور جس قدر نقد موجود ہو اور جو روپیہ لوگون کو مضاربت پر دیا گیا ہو سب کی مجموعی مقدار کا چالیسوان حصہ نکالا جائے گا، جو تمام حصہ دارون اور شرکار کی اجازت سے یتیمون، بیواؤن، نو مسلمون کی امداد اور غریب لوگون کی اولاد کی تعلیم، نو مسلمون کی تعلیم و تربیت وغیرہ مین خرچ کیا جائے گا،

ح:۔ جن لوگون کو روپیہ مضاربت پر دیا جائے گا ان کی جائداد یا مکان یا زیورات وغیرہ اس رقم کے عوض مکفول کر لئے جائین گے، تاکہ اصل رقم ضائع ہونے کا خطرہ باقی نہ رہے،

ط:۔ جو لوگ بینک کے حصہ دار بھی ہون، اور کام کرنے والے بھی ہون، ان کی تنخواہ مقرر نہ کی جائے، بلکہ منافع تجارت مین سے ان کا حصہ دوسرون سے کچھ زیادہ مقرر کر دیا جائے، مثلاً یہ طے کر لیا جائے گا کہ سب سے پہلے منافع کا دسوان حصہ کام کرنے والون مین حسب لیاقت تقسیم کیا جائے گا، اس کے بعد باقی منافع کو ہر شخص کی جمع کے موافق بقدر حصہ رسد بانٹ دیا جائے گا، اور

اگر کام کرنے والون کی تنخواہ ہی مقرر کرنا ناگزیر ہو تو گو حنفیہ نے اس کو منع کیا ہے، مگر دوسرے ائمہ کے قول پر گنجایش نکل سکتی ہے،

ی:۔ اسلامی بینک کے حصہ دار اور کارکن اور اس مین رقم جمع کرنے والے، اور اوس سے مضاربت پر رقم لینے والے سب مسلمان ہون گے، غیر مسلمون کو اس مین شامل نہ کیا جائے، تاکہ زکوٰۃ نکالنے مین دشواری نہ ہو، اور بینک کا تمام سرمایہ پاک صاف رہے،

ک:۔ اسلامی بینک کے سرپرستون مین چند مستند علماء بھی شریک کئے جائین گے، جو بینک کے معاملات کو شریعت اسلامی کے اصول پر چلاتے رہین، اور جہان بینک کو کچھ دشواری پیش آئے اس کو فقہ اسلامی کی مدد سے حل کر سکین،

سردست یہ چند دفعات بطور اصول کے کافی ہین، غالباً اس پر یہ اشکال وارد کیا جائے گا، کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ جو بینک قائم ہوگا، اوس سے صرف تجار ہی کا طبقہ فائدہ اٹھا سکے گا، کیونکہ مضاربت پر رقم لینے والے تاجر ہی ہون گے، اور جو لوگ اپنی خانگی ضروریات، بچون کی شادی یا تعلیم وغیرہ کے لئے قرض لینا چاہین وہ اسلامی بینک سے رقم نہ لے سکین گے، پھر مضاربت پر رقم دینا اور شرائط مضاربت کی رعایت کرنا بھی ہر شخص کے لئے آسان نہین ہے، بینک والے اور اس سے رقم لینے والے اُن شرائط کی رعایت کیونکر کر سکین گے؟

اس کے جواب مین عرض ہے کہ اسلامی بینک کی ضرورت زیادہ تر تجار ہی کے لئے ہے، چنانچہ رسالہ زیر نظر مین بھی اسی پر زور دیا گیا ہے، کہ آج کل تجارت کی ترقی بدون بینک کے نہین ہو سکتی، پس اگر غیر تجار کو بینک سے نفع نہ پہونچے تو کچھ مضائقہ نہین، رہا یہ کہ شرائط مضاربت کی رعایت کرنا آسان نہین تو اس دشواری کو دور کرنے ہی کے لئے دفعہ نمبر ۱۱ کا اضافہ کیا گیا ہے، پس جو دشواری بھی پیش آئے، اوس کو علماء کے سامنے پیش کیا جائے، انشاء اللہ وہ جملہ مذاہب فقہاء کو سامنے رکھکر

ہر مشکل کو حل کر دیں گے، اور اگر غیر تجار کو بھی نفع پہونچانا ضروری ہو، تو اوس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اُن لوگوں کو بنک سے روپیہ قرض دیدیا جائے، اور جتنی رقم دیجائے اسی قدر وصول کیجائے زیادہ وصول نہ کیجائے اگر ایسا کرنے سے بنک کے کاروبار کا نقصان ہو تو دوسری صورت یہ ہے کہ بنک کی طرف سے لوگوں کو روپیہ بطور بیع سلم کے دیا جائے، کہ مدت معلومہ پر رقم لینے والا بنک کو اوس رقم کے عوض فلاں قسم کا غلہ یا فلاں قسم کا کپڑا یا چمڑا یا گلٹ کی ریزگاری یا تانبہ کی ریزگاری وغیرہ اس بھاؤ سے جو رقم دینے کے وقت ہی مقرر کر دیا جائے، ادا کرے گا، اس صورت میں بنک کو نقصان نہ ہوگا، بلکہ بیع سلم سے جو نفع تجار کو ہوا کرتا ہے اوہ حاصل ہو جائیگا۔

اور اگر سلاطین اسلام اپنی اپنی سلطنتوں میں اور ہندوستان کے مسلمان حصول پاکستان کے بعد ہندوستان میں بیت المال قائم کر دیں، جو کسی خاص جماعت کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا خزانہ شمار ہوگا، تو اس وقت بیت المال کی طرف سے جو بنک قائم کیا جائے گا، اس میں رقم جمع کرنے یا اوس سے قرض لینے میں مضاربت یا بیع سلم وغیرہ کا جھگڑا باقی نہ رہے گا، کیونکہ بیت المال سے قرض لے کر جو کچھ اوس کو زیادہ دیا جائے گا، وہ کسی دوسرے کو نہیں، بلکہ اپنے ہی کو دیا جائیگا اور بیت المال میں رقم جمع کر کے جو کچھ اس سے زیادہ لیا جائے گا، وہ کسی دوسرے سے نہیں، بلکہ اپنے ہی سے لیا جائے گا، کیونکہ بیت المال سب مسلمانوں کا ہے، اور سب کا اوس پر حق ہے، اس کے ساتھ اس قسم کا معاملہ جائز ہے، مبسوط[1] سرخسی میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے؛

---

[1] مبسوط سرخسی اور بدائع وغیرہ سے بیت المال کے ساتھ اس قسم کے معاملات کا جواز جو باہم مسلمانوں میں جائز نہیں میرا استنباط ہے، جس میں دوسرے علما محققین کی تائید کا مجھے انتظار ہے آج حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ موجود ہوتے تو ان سے مراجعت کی جاتی، اور معاملہ سہل ہو جاتا، اب اگر دوسرے علما نے بھی میری موافقت کی تو اس پر عمل کیا جائے گا، ورنہ نہیں، اس کی اشاعت سے میری غرض فتویٰ دینا نہیں، کیونکہ ہنوز بیت المال کا

قَالَ اَمَّا الحیوان فلا یجوز استقراض شیئ منہ عندنا وقال الشافعی یجوز الا فی الجواری لانہ صلی اللہ علیہ وسلم استقرض بکرًا ورد رباعیًا وفی روایۃ استقرض بکرًا ابکرین (طحاوی) وقال خیرکم احسنکم قضاءً، وحجتنا فی ذٰلک ان ھذا مضمون بالقیمۃ علی مستہلکہ فلا یجوز استقراضہ کالجواری وموجب القرض ثبوت المثل فی الذمۃ بشرط المعادلۃ فی المماثلۃ فاذا تعذر ذٰلک فی الحیوان لم یجز استقراضہ، واما الحدیث فانما استقرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیت المال حتی ادی اللہ قضاءہ من ابل الصدقۃ وما کان یقضی ما استقرضہ لنفسہ من ابل الصدقۃ وبیت المال یجوز لہ وعلیہ حقوق مجہولۃ (ص ۳۳ جلد ۱۲)

قال ولا خیر فی السلم فی الحیوان عندنا وعند الشافعی یجوز واحتج فی ذٰلک بما روینا من الآثار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استقرض بکرًا وقضاہ رباعیًا وقال خیرکم احسنکم قضاءً والسلم اقرب الی الجواز من الاستقراض فاذا ثبت جواز الاستقراض فی الحیوان بالحدیث ثبت جواز السلم فیہ بطریق الاولیٰ، وحجتنا فی ذٰلک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن السلم فی الحیوان وقد روینا عن عمر بن الخطاب انہ قال ان من الربا ابوابًا لا یکدن یخفین علی احد، منہا السلم فی السن وما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم استقرض بکرًا فالمراد استعجل فی الصدقۃ ثم لم تجب الزکوٰۃ علی صاحبہا فردھا رباعیًا (وفیہ ما فیہ نقل ورد فی روایۃ انہ استقرض بکرًا ابکرین وھو صریح فی

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵۵) وجود ہی نہیں ہے بلکہ حضرات علما کے سامنے اپنا استنباط پیش کرنا ہے تاکہ وہ بھی اس پر غور کریں بلکہ ہے پاکستان قائم ہونے پر اس کی ضرورت پیش آجائے، ۱۲، ظ

الاستقراض ببدل) او استقرض لبيت المال وكما يجوز ان يثبت لبيت المال
حق مجهول يجوز ان يثبت ذلك على بيت المال ايضاً جلد ۱۲ ص ۱۳۲، قلت هذا
هو الجواب وبه تبين انه يجوز لبيت المال وعليه ما لا يجوز بين الناس والسر فيه
ان بيت المال مشترك بين المسلمين ولا يتحقق الربا في المال المشترك بين
العاقدين نص عليه صاحب البدائع ج ۵ ص ۱۹۳ قال ومنها اي من شرائط
جريان الربا ان لا يكون البدلان ملكاً لاحد المتبايعين فان كان كذلك)
لا يجري الربا وعلى هذا يخرج العبد المأذون اذا باع مولاه درهما بدرهمين
وليس على العبد دين انه يجوز لانه اذا لم يكن عليه دين فما في يده لمولاه
فكان البدلان ملك المولى فلا يكون هذا بيعاً فلا يتحقق الربا وكذلك
المتفاوضان اذا تبايعا درهما بدرهمين يجوز لان البدل من كل واحد منهما
مشترك بينهما فيكون مبادلة ماله بماله فلا يكون بيعا ولا مبادلة حقيقة،
وكذلك الشريكان شركة العنان اذا تبايعا درهما بدرهمين من مال الشركة
جاز لما قلنا اه

وفي الكوكب الدري تحت الحديث الذي فيه انه صلى الله عليه وسلم استقرض
بكرا فقضاه رباعيا ما نصه قد يشتبه انه صلى الله عليه وسلم كيف اداه من ابل الصدقة
وفيه زيادة وليست مملوكة له صلى الله عليه وسلم وانما كانت لعامة المسلمين و
الجواب انه الذي استقرض ايضا من المسلمين المفتقرين فكان له حق في
بيت المال اه ج ا ص ۳۰۲ قلت والمفتقر ليس بقيد فان المسلمين لهم حق في
بيت المال اغنياء كانوا او فقراء ونعم للفقراء فيه حقوق كثيرة ليست للاغنياء

مثلها وبالجملة فهذه نصوص من الفقهاء تدل على جواز اخذ الزيادة من
بيت المال في القرض باذن الامام وعلى انه يجوز لبيت المال من العقود ما لا
يجوز مثله فيما بين الناس كاستقراض الحيوان مثلاً، وليس معناه انه يجوز لقيم
بيت المال ان يبيع صاعين من بيت المال بصاع او درهمين منه بدرهم
فان درهم البائع وصاعه ليس من بيت المال في شيء فلم يكن البدل من الجانبين
مشتركاً بخلاف ما اذا استقرض لبيت المال فانه يصير بالاستقراض داخلاً
في مال الله ثم اذا قضاه بزيادة فقد قضى من مال الله بزيادة منه والبدلان
مشتركان فلا يرد ما في الحديث الصحيح ان عامل خيبر جاءه صلى الله عليه وسلم
بتمر جنيب فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل تمر خيبر هكذا قال لا والله يا
رسول الله انا لناخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين بالثلاثة فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم اشتر بالدراهم جنيبا
اه فان هذا في البيع دون الاستقراض وصاع البائع ليس بمال مشترك بين
المتبايعين ومع ذلك فانه صلى الله عليه وسلم لم يفسخ العقد لم يأمر العامل بالرد لكونه قد وقع لبيت المال فافهم

اس سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ نظام اسلام بحمد اللہ ہر زمانہ اور ہر حالت میں مسلمانوں کی ہر طرح
کی ترقی کا کفیل ہے، جو کچھ دقت یا پریشانی مسلمانوں کو اس وقت پیش آرہی ہے اس کا منشاء یہ ہے
کہ اس وقت کوئی حکومت نظام اسلام کے ساتھ قائم نہیں ہے، اور باقاعدہ بیت المال کسی
جگہ نہیں، اور اس سے کانگریسی ہندوؤں کو بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمانانِ ہندوستان کا مطالبہ
پاکستان کسی جذبۂ عداوت کا نتیجہ نہیں، بلکہ مذہبی و اقتصادی ضرورت پر مبنی ہے، کہ مسلمان اس کے
بغیر نہ بیت المال قائم کر سکتے ہیں، اور نہ اپنے مذہب کے موافق ترقی کر سکتے ہیں، اگر قاعدہ اسلامی

کے موافق اس وقت بیت المال قائم ہوتا تو بیت المال کے بنک سے مسلمان اسی طرح فائدہ
حاصل کرتے جس طرح دوسری قومیں اپنے بنکوں سے فائدہ حاصل کررہی ہیں، بیت المال کے بنک
سے دوکانوں اور جہازوں کا بیمہ بھی ہوسکتا تھا، لائف انشورنس بھی ہوسکتا تھا، راز وہی ہے کہ بیت المال
سب مسلمانوں کا قومی مشترک خزانہ ہے، اوس سے زائد لینا یا اوس کو زائد دینا اپنے ہی سے لینا اور اپنے
ہی کو دینا ہے، کسی دوسرے پر ظلم نہیں، اور حرمت ربوا کی علت یہی ہے کہ وہ ظلم کی ایک بڑی صورت ہے،
لا تظلمون ولا تُظلمون، نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ہمارے مصنف رسالہ کتب فقہ سے مراجعت
کرتے تو بجاے علماے اسلام کو برا بھلا کہنے کے قوم کو یہ مشورہ دیتے کہ وہ سب متفق ہوکر جلدی
سے پاکستان حاصل کریں اور اس کے بعد ہندوستان میں بیت المال قائم کریں، اور بیت المال کی
طرف سے جا بجا بنک کھولے جائیں، شیرز کمپنیاں قائم کی جائیں، انشورنس کمپنیاں کھولی جائیں،
اور اس طرح اسلامی تجارت کو اور مسلمانوں کو ترقی دی جائے، جو لوگ بار بار موجودہ بنک کے
کاروبار کو جماعتی کہہ رہے ہیں، غلط ہے، کیونکہ وہ بھی چند افراد ہی کا ہوتا ہے، جماعتی بنک حقیقت
میں وہ ہے، جو بیت المال کی طرف سے قائم کیا جائے، جس میں فی الواقع تمام مسلمانوں کا حق ہوتا ہے،
جب تک یہ صورت پیدا نہ ہو اوس وقت تک کے لئے مسلمان تجار کو یا خود ایسا بنک قائم کرنا چاہئے کہ
جس کا سرمایہ کسی خاص فرد یا جماعت کی ملک نہ ہو، بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے باقاعدہ وقف ہو
تاکہ وہ بھی بیت المال کی طرح قومی ملکیت ہوجائے، اس سرمایہ میں سب سے پہلے وہ رقم جمع کیجائے
جو ڈاکخانہ میں ان مسلمانوں کی جمع ہے جنھوں نے ۲۲ء سے اسوقت تک اپنی رقموں پر سود
نہیں لیا، اور جس کی مقدار ساٹھ ہزار روپیہ بتلائی گئی ہے، اس کے ساتھ کچھ اور ملا کر ایک لاکھ
کے سرمایہ سے کام شروع کیا جائے یا پھر گورنمنٹ کے بنک سے معاملہ کرنا چاہئے، کیونکہ گورنمنٹ
ہم سے بھاری ٹیکس وصول کرتی ہے، تو اس کے بنک میں روپیہ جمع کرکے سود لینا حقیقت میں اپنے

حق کو وصول کرنا ہے، اور سخت ضرورت اور مجبوری کی صورت میں گورنمنٹ ہی کے بنک سے قرض
لیکر اس کو سود دے بھی سکتے ہیں، کیونکہ گو وہ اس وقت ہمارا نہیں ہے، مگر فی الجملہ مشترک ہے،
اور امید ہے کہ آزادی ہندوستان کے وقت اس کا کل یا بعض ہمارا ہوجائے گا، مگر سخت مجبوری
کے بغیر سودی قرض ہرگز نہ لیا جائے، کہ سود کا گناہ بہت سخت ہے، واما الاول فھو فرع مسئلۃ
الظفر بجنس حقہ کما اشرت الیہ سابقاً، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا النبی
محمد وآلہ واصحابہ مثل ادگا متلاحقا، وسلم تسلیما کثیرا کثیرا یکون لحقہ موافیا
ومکافیا وموافقا

اسلامی نظریہ سیاست

از

مولانا حیدر زمان صدیقی فاضل دیوبند

(۴)

اسلام کا ہمہ گیر دستور سیاسی

موجودہ طرز جمہوریت میں جو چیز سب سے زیادہ مہلک تصور کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی بنیاد ہی طبقاتی احساسات (سکشنل فیلنگس) پر ہے، ملک میں ایک سے زائد سیاسی پارٹیاں ہوتی ہیں، ہر پارٹی درحقیقت ملک کے کسی ایک طبقہ کی ترجمان ہوتی ہے، اور ہر طبقہ کا مفاد دوسرے طبقہ سے جدا بلکہ بعض اوقات اُن سے متصادم ہوتا ہے، اس بنا پر ہر طبقہ کا دستور سیاسی (پولیٹیکل پروگرام) بھی دوسری پارٹیوں سے الگ یا ان سے متصادم ہوتا ہے، جمہوری ممالک میں مختلف ناموں سے متعدد پارٹیاں عالم وجود میں آتی ہیں، ڈیموکریٹک پارٹی، کیمونسٹ پارٹی، سوشلسٹ پارٹی وغیرہ، ہر پارٹی کے نام سے اس کے سیاسی مسلک اور رفتار فکر کا بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور ہر پارٹی اپنے مخصوص سیاسی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے جدوجہد کرتی ہے، اور اس کو عوام میں مقبول بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ خوبصورت رنگ میں پیش کرتی ہے، اور عوام کی طرف سے جب ایک پارٹی کے پروگرام کو سند قبول مل جاتی ہے تو انتخاب عام میں اس پارٹی کی کامیابی کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے، اب یہی پارٹی برسر اقتدار آکر حکومت کا نظم و نسق سنبھالتی ہے، غرض ملک کی بہت سی پارٹیاں اقتدار حکومت کی ہوس میں اپنے اپنے پارٹی پروگرام کی نشر و اشاعت میں وقت اور دولت کا انتہائی بے دردی کے ساتھ خون کرتی ہے، جہاں اپنی مدح و تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں، وہاں دوسری پارٹیوں کی مذمت میں بھی کچھ کمی نہیں کی جاتی اور مختلف پارٹیوں کا تصادم بسا اوقات خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے، ملک کی دولت نہایت مسرفانہ طریقہ پر صرف ہوتی ہے، اور جماعتی رقابت کی وجہ سے عام بداعتمادی پیدا ہو جاتی ہے، جو نتائج کے لحاظ سے کسی طرح بہتر نہیں خیال کی جا سکتی؛

نیز ہر پارٹی اپنے جماعتی وقار اور طبقاتی نقطۂ نظر سے ہر مسئلہ پر غور کرتی ہے، عام انسانیت کے نقطۂ خیال سے نہیں، اور بسا اوقات طبقاتی مفاد کی حفاظت و حمایت عصبیت کی حد تک پہنچ جاتی ہے، جس کا رد عمل دوسرے طبقوں پر ظلم و ناانصافی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور جس پارٹی کو عوام میں زیادہ اثر و رسوخ حاصل ہوتا ہے، وہ اپنے زیادہ نمایندوں کو کامیاب بناتی ہے، اور جمہوری آئین کے مطابق اس کو حق پہنچتا ہے، کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق ہیئت حاکمہ کو ترتیب دے اور اپنی جماعتی پالیسی کے ماتحت ملک کے لئے دستور اساسی (کانسٹی ٹیوشن) مرتب کرے، چونکہ اس کو اکثریت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس کا ہر فیصلہ خواہ وہ کتنا ہی ظالمانہ ہو، حق بجانب اور درست شمار ہوتا ہے، اور اقلیتیں اس کی مدت حکومت تک محکوم بن کر رہ جاتی ہیں، بلکہ ان کی ہر خواہش اکثریت کے لئے سامان تضحیک بن جاتی ہے،

اسلامی نظریۂ سیاست ان نقائص سے بالکل پاک ہے کیونکہ اس کا تعلق انسانوں کے کسی ایک طبقہ سے نہیں، بلکہ نفس انسانیت سے ہے، اسلام کسی ایسے طبقاتی نظریۂ سیاست کو جو کسی خاص طبقہ کے ساتھ مخصوص ہو برداشت نہیں کر سکتا ہے، مسلمان قوم دراصل ایک عالمگیر پارٹی ہے، اور اس کی بنیاد کسی اقتصادی جغرافی، اور ثقافتی تصور کے بجائے عالمگیر اصول و معتقدات پر ہے، ان اصول و نظریات میں عالم انسانیت کی فلاح اور حیات انسانی کے تمام شعبوں کو مدنظر رکھا گیا ہے، اس لحاظ

سے تمام مسلمانانِ عالم ایک بین الاقوامی جماعت ہیں، اور اس جماعت کا طرزِ فکر، رجحانِ طبیعت اور لائحۂ عمل ایک، اور اس کا سیاسی دستور متعین اور غیر متبدل ہے، جس طرح اس پارٹی کی ہیئت ترکیبی میں کسی معاشی، وطنی، قومی اور لسانی تصور کو دخل نہیں، اسی طرح اس کے سیاسی دستور العمل میں کسی خاص طبقہ کا مفاد مدِ نظر نہیں، اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ

لہٰذا اسلام میں اکثریت اور اقلیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ اس کی بنیاد جماعتی سیاست (پارٹی پالیٹکس) پر نہیں، بلکہ عالمگیر نظریۂ سیاست پر ہے، لہٰذا اسلامی حکومت میں نہ جماعتوں کا تعدد ہے، اور نہ جماعتی نظریوں کا تصادم، نہ کوئی اکثریت ہے اور نہ اقلیت،

خواہشِ امارت اور اسلام

موجودہ تصورِ جمہوریت میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ نمایندگی کے لئے چند اشخاص خود اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں، اس میں فرقہ وارانہ تصادم اور مستقل پولیٹیکل جنگ کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، کیونکہ قدرتی طور پر ہر انسان کو حکومت و سیاست کی خواہش ہوتی ہے، اور خواہشات کی تکمیل میں افراط و تفریط اور جنگ و قتال تک نوبت آجاتی ہے، اس لئے شارع علیہ السلام نے خواہشِ امارت کی ممانعت فرما دی ہے،

اگر اسلام کے منشاء کے مطابق کوئی شخص امارت کی خواہش ہی نہ کرے تو اس سے لازماً دو فائدے ہو سکتے ہیں، اولاً یہ کہ مدعیانِ خلافت کے دعووں میں نہ تصادم کا امکان ہوگا اور نہ دو فریقوں میں انتخابی کشمکش ہوگی، اس طرح امت نت نئے فرقہ وارانہ تنازعات، فتنہ و فساد اور زر و مال کے اتلاف و ضیاع سے محفوظ رہے گی، آج کل انتخابی جنگوں میں جس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، نہایت بے دردی کے ساتھ ایک فریق دوسرے فریق کو ہدفِ ملامت بناتا ہے، نہایت ذلیل حملے کئے جاتے ہیں، سیم و زر کی تھیلیاں کھول دی جاتی ہیں، اور بعض دفعہ قتل و خونریزی تک نوبت آجاتی ہے، ثانیاً یہ کہ جب امارت و سیادت کا مدعی کوئی نہ ہوگا، تو جمہور مسلمانوں کو صحیح خلیفہ کے

انتخاب میں کوئی دقت پیش نہ آئے گی اور کسی قسم کا خوف یا لالچ اُن کی آزادیِ رائے پر غالب نہ آسکے گا، یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت و خلافت کی خواہش کرنے سے روک دیا ہے، کتبِ احادیث میں اس کی متعدد روایات ہیں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں،

فنعم المرضعة وبئست الفاطمة (بخاری)	حکومت و امارت کی ابتدا بڑی خوبصورت ہے مگر انتہا بڑی خطرناک ہے،

دوسری روایت ہے:-

انا لا نولی ھذا الامر لمن سالہ (بخاری)	میں امارت کے سائل کو امارت نہیں دوں گا،

رائے دہندگی کا معیار

اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ موجودہ طرزِ جمہوریت میں رائے دہندگی کے لئے کوئی اخلاقی معیار مقرر نہیں، بعض جمہوری ممالک میں ہر بالغ کو حقِ رائے دہندگی حاصل ہے، اور نیم جمہوری ممالک میں جائداد، تعلیم اور اس قسم کے امور کو شرطِ رائے دہندگی قرار دیا گیا ہے، مگر ان حالات میں جب کہ ملک کے بنیادی آئین اور سوسائٹی کے رجحانِ فکر کو ہر قسم کی اخلاقی پابندیوں سے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، عوام سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ قوم و ملک کی نمایندگی کے لئے کسی بہتر اور صالح شخص کا انتخاب کریں گے، اور ان سے زیادہ سے زیادہ یہی توقع ہو سکتی ہے، کہ ملک کی کسی پارٹی سے تعلق رکھنے والے لوگ صرف جماعتی زاویۂ فکر کے پیشِ نظر کسی ایسے آدمی کو منتخب کر سکیں گے جو پارٹی میں کافی اثر و رسوخ رکھتا ہو اور ان کی ذاتی، جماعتی خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہو، اس صورت میں ملک کے عوام کی ذاتی خواہشات اور جماعتی مفاد میں تصادم پیدا ہونا ناگزیر ہے، اور چونکہ کوئی اخلاقی پابندی نہیں ہوتی ہے، اس لئے ہر پارٹی اپنے امیدوار کو کامیاب بنانے اور دوسری پارٹی کو شکست دینے کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز وسائل کے اخذ و اختیار میں مکمل طور پر آزاد ہوتی ہے،

رائے دہندگی کے اس معیار اور موجودہ طرز انتخاب سے کسی ایسے شخص کا منتخب ہونا قطعاً ناممکن ہے، جو عوام کی ذاتی اور جماعتی خواہشات کا پابند نہ ہو بلکہ ہمہ گیر نظریۂ اخوت انسانی کے پیش نظر تمام انسانوں میں یکسانیت و مساوات اور طریق عدل قائم کرنا چاہتا ہو،

اس کے برعکس اسلام میں رائے دہندگی کا معیار اس سے بالکل جداگانہ ہے، انتخاب امیر کے سلسلہ میں یہ لازمی نہیں کہ ہر بالغ سے بلا واسطہ رائے حاصل کی جائے، کیونکہ انسانوں کی اتنی بڑی کثرت میں یہ ضروری نہیں کہ اکثریت کا فیصلہ جائز اور درست ہو، یہ ظاہر ہے کہ عوام میں اکثریت عموماً ایسے لوگوں کی ہوتی ہے، جو ذاتی خواہشات کو قومی و ملی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں، یا کم از کم ان کی نگاہ حیات انسانی کے بعید گوشوں تک پہنچنے سے قاصر ہوتی ہے، اور اُن کے انبوہ میں ارباب دانش اور اصحاب بصیرت بہت کم ہوتے ہیں، اور اس صورت میں جب کہ ہر باشندۂ ملک کو مساوی طور پر رائے دینے کا حق حاصل ہو بڑے سے بڑے علامۂ دہر اور پیکر دیانت و صداقت کی رائے کو بھی اتنی ہی وقعت ہوگی، جتنی کہ ایک عام آدمی کے ووٹ کو، اگر ایک امیدوار کے حق میں خود غرض اور جاہل مطلق انسانوں کی اکثریت آراء اور دوسرے کے حق میں بڑے بڑے اصحاب علم و بصیرت کی انچاس رائیں ہیں، تو جمہوریت کے موجودہ آئین کے اعتبار سے اول الذکر امیدوار کے سر کامیابی کا سہرا بندھے گا، اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ دوسری طرف کا ایک ووٹ اُن کے ہزاروں ووٹوں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے،

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں انتخاب خلیفہ کا حق صرف قوت کے اصحاب علم و عمل اور ارباب عقل و دانش کو دیا گیا ہے، جن کو امت میں زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل ہوتا ہے، اور ان کی دیانت، صداقت اور اخلاقی تقدس پر کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہیں ہوتا، اور ان کا فیصلہ پوری امت کا فیصلہ متصور ہو سکتا ہے،

کیونکہ اسلام میں اعتماد عام اور ترجیح و امتیاز کی وجہ صرف علم و عمل ہے، اور اسی شخص کی رائے باوزن ہو سکتی ہے جو ان اوصاف سے متصف ہو، اس بنا پر حکومت اسلامی میں اسی قسم کے لوگوں کو اختیار و اقتدار حاصل ہوتا ہے، اور انتخاب و فیصلہ کے سلسلہ میں ان ہی لوگوں کو ارباب حل و عقد کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے، چنانچہ عہد خلافت راشدہ میں خلفاے اربعہ کا انتخاب اسی طرز پر ہوا، خلیفۂ اول سے لے کر خلیفۂ چہارم تک انصار و مہاجرین کو اہل حل و عقد تسلیم کیا جاتا رہا، اور اُن کے فیصلہ کو پوری اُمت کے لئے حکم ناطق کی حیثیت حاصل رہی، حضرت علیؓ کے زمانہ میں جب خلافت کے سلسلہ میں نزاع برپا ہوئی تو مسلمانوں میں دو فریق پیدا ہو گئے، گو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد امیر معاویہؓ کے ساتھ بھی تھی، مگر اسلام کے ارباب حل و عقد یعنی انصار و مہاجرین کی حمایت حضرت علیؓ کو حاصل تھی، اس لئے قریباً مسلمانوں کے تمام فرقے اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت جامع الشروط تھی، خود حضرت علیؓ کا وہ خط جو انھوں نے امیر معاویہؓ کو لکھا تھا، اس بات کے لئے بطور سند پیش کیا جاسکتا ہے کہ عہد خلافت راشدہ میں حل و عقد کے اختیارات صرف انصار و مہاجرین کو حاصل تھے،

انّہ بایعنی القوم الذین بایعوا
ابابکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ وعلی ما
بایعوھم علیہ، فلم یکن للشاھد
ان یختار ولا للغائب ان یرد
وانما الشوری للمھاجرین و
والانصار الخ،
(نہج البلاغہ - جلد ۲)

اس قوم نے میری بیعت کی جس نے ابو بکرؓ عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت کی تھی، جس شرط پر ان کی بیعت عمل میں آئی اسی شرط پر میری بیعت کی گئی ہے، الہذا جو شخص انتخاب کے وقت موجود تھا، اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی رائے پر اڑا رہے اور جو اس وقت حاضر نہیں تھا، اس کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ اس انتخاب کو رد کرے کیونکہ حق انتخاب صرف مہاجرین و انصار کو پہنچتا ہے،

عزل امیر کا غیر مشروط اختیار

بہت سے جمہوری ممالک میں نمایندگان کا انتخاب ایک معین مدت کے لئے کیا جاتا ہے، اس مدت سے قبل اُن کے عزل کا کسی کو اختیار نہیں یعنی انتخاب سے پہلے تو عوام کو قوت و اقتدار کا اصل منبع قرار دیا گیا ہے، لیکن انتخاب کے بعد ان کو مجبور محض اور عضو معطل بنا کر رکھدیا گیا ہے؛ اگر عوام کا منتخب شدہ نمایندہ انتخاب کے بعد اُن کی خواہشات کا احترام نہ کرے، اور حکومت کی گدی پر بیٹھتے ہی اس کا رُخ بدل جائے، اور اس کو عوام کا اعتماد حاصل نہ رہ جائے، تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک طویل مدت تک کے لئے وہ لوگوں کی گردنوں پر مسلط رہے کیا یہ امر جمہوریت (ڈیموکریسی) کی روح کے منافی نہیں؟

اسلام میں امارت وخلافت کی پہلی اور آخری شرط اتباع شریعت ہے یعنی امیر کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایک قدم بھی حدود شریعت سے تجاوز نہ کرے اور اسی ذریعہ سے وہ عوام کا اعتماد حاصل کر سکتا ہے، اسلام میں امتیاز و ترجیح کا سبب علم وعمل اور کتاب وسنت کا اتباع کامل ہے اگر یہ نہیں تو اس پر اعتماد بھی نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص امارت وخلافت کی گدی پر بیٹھنے کے بعد اسلام کے طریقہ سے انحراف کرتا ہے، یا امور دینی کے انتظام و انصرام میں کوتاہی کرتا ہے، تو امت کو اس کو معزول کرنے کا حق ہے، اس سلسلہ میں مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبلؓ کے وہ الفاظ کافی ہوں گے جو انھوں نے دربارۂ روم میں ارشاد فرمائے تھے،

وامیرنا رجل منا۔ ان عمل	ہمارا امیر ہماری طرح کا ایک آدمی ہوتا
فینا بکتابنا وسنۃ نبینا اقررنا	ہے، اگر وہ ہم میں کتاب وسنت کے
علینا وان عمل بغیر ذالک	مطابق عمل کرے تو اس کو ہم خلافت پر
عزلناہ عنا،	برقرار رکھتے ہیں ورنہ ہم اس کو
(فتوح الشام ازدی ص ۱۰۵)	معزول کر دیتے ہیں،

حضرت معاذؓ نے مسلمانوں کے امیر کا منصب نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کردیا ہے، علم کلام کی مشہور اور مستند کتاب مواقف اور شرح مواقف میں اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت سے پیش کیا گیا ہے،

وللامۃ خلع الامام وعزلہ	جمہور اسلام کو امیر کے معزول کرنے کا
بسبب یوجبہ، مثل ان یوجد	حق حاصل ہے جبکہ اس کی وجہ سے احوال
منہ ما یوجب اختلال احوال المسلمین	مسلمین اور امور دین میں اختلال رونما ہوجائے
وانتکاس امور الدین کما کان لھم	جس طرح ان امور کے انتظام و اعلاء کی
نصبہ اقامۃ لانتظامھا واعلائھا (ص۲۰)	خاطر ان کو انتخاب امیر کا حق حاصل ہے،

براکلمان کی کتاب کا نیا اڈیشن

از

پروفیسر زبید احمد صاحب الہ آباد یونیورسٹی

حضرت مخدومی المحترم السلام علیکم

بآداب نیاز مندی عرض ہے، کئی روز ہوئے والانامہ سامی میرے عریضے کے جواب میں پٹنے سے شرف صدور لاکر میری سرفرازی کا باعث ہوا تھا، علالت دشمنان کا حال معلوم کرکے رنج ہوا، خدا کرے کہ اب آپ پوری طور پر صحت یاب ہوگئے ہوں، امید ہے کہ آپ پٹنے سے اعظم گڈھ واپس تشریف لے آئے ہوں گے، ورنہ یہ خط وہیں بھیج دیا جائے گا،

براکلمان طبع ثانی سنہ [illegible] یا [illegible] شائع ہوئی، اور میرے مطالعہ میں ایسے وقت میں آئی کہ میں اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا تھا، میرا مقالہ ۱۹۲۹ء میں مرتب ہو چکا تھا، البتہ بعد میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا، اگر براکلمان کا دوسرا اڈیشن وقت پر مجھے مل جاتا تو اس سے بھی تمتع ہو جاتا، اس میں ایسے مصنفین ہیں جن کا میری کتاب میں ذکر نہیں، پہلے اڈیشن میں تو ہندوستان سے متعلق بہت ہی کم مواد تھا، نئے اڈیشن میں کئی صفحے ہیں،

براکلمان طبع ثانی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یورپ والے کس قدر محنت و کاوش و دماغ سوزی اور تجسس سے کتاب لکھتے ہیں، ان کے ذرائع غیر محدود، فراغت خاطر حاصل، پھر طباعت کی سہولتیں میسر، براکلمان کے مقابلے میں میری کتاب کوئی وقعت نہیں رکھتی، تاہم میں دیکھتا ہوں کہ براکلمان میں جو

چند صفحات ہندوستان کی بابت ہیں، اس میں کم از کم چار قسم کی غلطیاں ہیں، حالانکہ اس کی تصحیح و تنقیح کے لئے کیا کچھ نہ کیا گیا ہوگا،

۱- ایک قسم کی غلطی تو یہ کہ کتابوں کے ناموں میں لفظی غلطی رہ گئی ہے، مثلاً سبحۃ المرجان کو بفتح سین لکھا ہے،

۲- دوسری قسم کی غلطی یہ کہ ایک ہی مصنف کو دو مختلف ہستیاں مان کر اُن کا دو جگہ ذکر کیا گیا ہے،

۳- تیسری قسم کی غلطی یہ کہ بعض کتابوں کے نام صحیح نہیں لکھے، مثلاً عوارف کی ایک ہندی شرح کا نام ذوارف اللطائف ہے براکلمان نے لطائف، عوارف لکھا ہے،

۴- بعض کتابوں کو غلط مصنفوں سے منسوب کر دیا ہے، مثلاً ملا محمود جونپوری کی شمس بازغہ ملا جیون کی تصنیف بتائی ہے، اور شاہ ولی اللہ کی مسوی شرح موطا کو شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ کی، براکلمان کو جو سہولتیں حاصل تھیں، ان کا عشر عشیر بھی مجھے میسر نہیں،

کلیات شبلی فارسی

مولانا شبلی مرحوم کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات اور قطعات کا مجموعہ، جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے ناموں سے چھپے تھے، اس میں سب یکجا کر دیئے گئے ہیں،

ضخامت:- ۱۲۴ صفحے، قیمت:- عہ

"منیجر"

آثارِ علمیہ عتیقہ

مکاتیب مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

"مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی مولف تذکرہ "علمائے حال" حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی کے شاگرد تھے، استاد نے شاگرد کے نام جو خطوط لکھے تھے، وہ مولانا محمد ادریس کے پوتے مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی استاذ ندوۃ العلماء سابق رفیق دار المصنفین کی وساطت سے ہم کو مل گئے ہیں، ان میں ایک خط مولانا محمد نعیم فرنگی محلی اور ایک مولانا شاہ ہادی عطا صاحب سونو کا بھی ہے، ان تاریخی تبرکات کو ناظرین معارف کی ضیافت طبع کے لئے شائع کیا جاتا ہے"۔

مکتوب اول:- بسم اللہ الرحمن الرحیم، از محمد عبدالحی عفا عنہ مولوی صاحب مجمع لطف و کرم معدن عنایت اتم مولوی محمد ادریس صاحب زاد اللہ فضلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ رقیمہ عنایت بہ ہدیہ رسید محظوظ ساخت قبل ازین یک رقعہ رسیدہ بود بسبب عدم فرصت نوبت تحریر جوابش نرسیدہ زبانی حامل رقعہ جوابش گفتہ بودم حقیقۃ از اخبار خود مطلع فرمودہ باشند بخدمت حافظ صاحب[1] سلام مع شوق رسانند نشان قیام حیدرآباد این چنین است بحیدرآباد دکھن قریب مکہ مسجد محلہ مغلپورہ برمکان مولانا محمد حیدر مرحوم رسیدہ فلان را برسد والسلام فقط

تحریر یازدہم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۹۶ھ

---

[1] مکتوب الیہ کے والد ماجد مولانا حافظ عبدالعلی صاحب نگرامی۔ "ادریس"

مکتوب دوم:- بسم اللہ الرحمن الرحیم از محمد عبدالحی عفا عنہ مولوی صاحب جامع فضائل حاوی فواضل مولوی محمد ادریس صاحب دام فضلہ السلام علیکم مع الخیر بودہ مستدعی الخیری باشم محبت نامہ رسیدہ بہیچ گردانیدہ بسبب لحوق تردد تر دوست در تسطیر جواب تاخیر افتاد و اولاً دختر خود فقیر رحلت کرد پس ازان در علالت والدہ صاحبہ شفاہا اللہ کہ از عرصہ شش ماہ علیل اند اشتداد شدہ حتی کہ صاحب فراش شدند او تعالیٰ رحم فرماید، ہرچند کہ امسال قصد مصمم سفر حیدرآباد داشتم، مگر بوجہ علالت والدہ صاحبہ مجبور ہستم عرضی رخصت دیگر ارسال کردہ ام، اگر منظور شدہ فبہا ورنہ تا شوال صورت روانگی خواہد شد، باقی حال بدستور بخدمت جناب مولوی حافظ عبدالعلی صاحب دام مجدہ سلام مسنون برسانند یک نسخہ سعی مشکور ہدیہ مرسل است قبول باد والسلام، فقط

تحریر یازدہم شعبان روز جمعہ سنہ ۱۲۹۶ھ

مکتوب سوم:- از محمد عبدالحی عفا عنہ مولوی صاحب جامع فضائل مولوی محمد ادریس صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قبل ازین خطے ارسال کردہ ام ویک رسالہ خود سعی مشکور نیز ہدیہ برائے جناب حافظ صاحب ارسال ساختہ ام رسیدہ باشد یا خواہد رسید از خبر رسید نقش مطمئن خاطر بند فرمودہ امروز محبت نامہ مورخہ درماہ رواں رسیدہ مسرور ساختہ بادراک مضامین آن حیرتے برداشتم حاشا وکلا کہ تخطیہ جناب حافظ صاحب کردہ باشم یا بر تحریر جناب شان حکم غلط کردہ باشم، عادتم نیست کہ ہمچو کلمات بر تحریرات جہلا ہم نمی آرم چہ جائیکہ بر تحریر جناب شان یا آن ہر بان عبارت خط منسوب علی کہ تحریر کردہ، نہ نہاد عبارت فقیر نیست، بلکہ از مخترعات فرقۂ شان است، ودر تحریر خود حوالہ در مختار ہم ندادم البتہ باستناد عبارت رد المحتار حاشیہ در مختار والذی یظہران العلۃ الا ستلذاذ فقط ویفھم منہ انہ حیث لا استلذاذ لا کراھۃ ولا سیما اذا کان بعاقۃ انتھی نوشتہ ام کہ "وقت عدم استلذاذ مکروہ نہیں ہے" عبارت تحریر خود بجنسہ یاد ندارم ونہ نقل آن نزد خود

نداشته بودم، اصل استفتا که بر آن تحریر فقیر است طلب داشته ملاحظه فرمایند که از آن کیفیت افتا معلوم خواهد شد والسلام بخدمت حافظ صاحب سلام مسنون برسانند بتاریخ ۲۹ رجب درین جا ابر بود هلال بنظر نرسیده لاجرم بروز سه شنبه غرهٔ شعبان مقرر شده، از بعض تحریرات بعض بلاد مدرک گشته که در آنجا غره بروز دوشنبه شده مگر هنوز ثبوت آن بطور شرعی نشده که بر آن اعتماد کرده شود، فقط تحریر بست و یکم شعبان روز دوشنبه ۱۲۹۶ھ،

مکتوب چهارم :- از محمد عبدالحئی عفا عنه، سلام مسنون الاسلام قبول فرمایند محبت نامه رسیده مسرور فرموده جواب استفتا یکه مرسله ان شاء الله بماه شوال ارسال خواهم کرد، درین ایام فرصت یک لخت ندارم والده معظمه بتاریخ ۲۰ شعبان رحلت فرمودند تکدرے و ملالے که لاحق حال ست خارج از تحریر رضینا بقضاء الله و قدره، بهمین سبب نوبت تحریر جواب عنایت نامه سابقه نرسیده معاف خواهند فرمود والسلام، بخدمت جناب حافظ صاحب سلام مسنون برسانند،

مکتوب پنجم :- السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته، نامه محبت رسیده مسرور فرموده فی الواقع درین جا عید بروز پنجشنبه شده بروز چهار شنبه ۲۹ رمضان مطلع صاف بود، اکثر کسان ماه هلال بوجه این که نهایت باریک بود و در شعاع شمس مختفی بود بنظر نرسید لیکن بسیارے از کسان آنرا معاینه کردند چنانچه درین محله دو کس دیدند خارج آن از محلات متعدده شهادت رسیده در ثبوت آن شکے نمانده، ارباب تشیع هم هلال دیده نزد مجتهد گواهی رسانند لیکن او شان تسلیم نکردند طلباً لمخالفتنا، و عید بروز جمعه کردند، پس از بلاد متفرقه مثل بنارس و بمبئی و ناگپور وغیره هم خبر رویت بروز چهار شنبه رسید، رخصت دو سال فقیر از حیدرآباد منظور شد، جواب استفتاهاے مرسله بسبب قلت فرصت هنوز نوشته نشد ان شاء الله از عقب خواهند رسید، والسلام، بخدمت والد ماجد خود سلام مسنون برسانند،

مکتوب ششم از محمد عبدالحئی عفا عنه بخدمت مولوی صاحب جامع فضائل مولوی محمد ادریس صاحب دام لطفه، السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته نامه محبت رسیده بادراک خبر خیریت مسرور گشتم و بدریافت اشتغال علمی و قرب فراغ کمال فرحت دست داد و تعالیٰ شانه زود تر بدرجهٔ کمال رساناد عنایت نامهٔ سابقه که رسیده بود، بوجه قلت فرصت نوبت تحریر جوابش نه رسید معاف خواهند فرمود و دائماً از کوائف خود مطلع فرموده باشند تا ماه شعبان رخصت فقیر باقی است اگر سامان رخصت دیگر بست فبها ورنه تا شوال عازم حیدرآباد خواهم شد، باقی حال بدستور خدمت جناب حافظ صاحب دام مجده سلام مسنون رسانیده شود، فقط،

تحریر ۲۸ صفر روز پنجشنبه ۱۲۹۶ھ

مکتوب هفتم جامع فضائل حاوی فواضل مولوی حافظ محمد ادریس صاحب السلام علیکم و قلبی لدیکم ان لله ما اخذ وله ما اعطیٰ ان الی الله لآ ذ من کل مصیبة فبالله تتقوا

وا ذا اصبتک مصیبة تشجی بها   فاذکر مصابک بالنبی محمد

دو قطعه محبت نامه رسیدند بسبب علالت که از عرصهٔ یک ماه بمتلاء تب و لرزه و اسهال شده تکالیف بر داشتم، در تحریر جوابات تاخیر افتاد و هنوز فساد معده باقی است و ضعف بحدے ست که در تحریر این چند سطر نیز تکلف می شود، رحلت والد آن مهربان نه امریست که صرف آن مهربان در ملاش گرفتار شدند بلکه هر کس که از جناب شان ملاقات می دارد درین ماتم مبتلا است خصوصاً فقیر که باستماع این خبر ملالے که لاحق گشته از حیطهٔ تحریر برون است فرحم الله رحمة واسعة صبر فرموده بدرجات الله مع الصابرین نائز شوند طیاری چبوترهٔ بلندی قبر از آن بقدر یک شبر مضائقه ندارد و در پخته کردن قبر اختلاف است عبارت کشف الغطاء رسیده

مله کرده است گچ کردن قبر کذا فی اکثر الفتاوی و الشرح و در معدن گفته این قول قدما است و متاخرین

رد ظاہر اعند الضرورت لا باس بہ است الان الاولیٰ ہو الترک، بالفعل رسالہ در حال علمائے ہندی تو یسم بنا بر علیہ مکلف کہ از حال والد مرحوم خود مفصلاً مطلع سازند، دریں امور ضروری الاطلاع اند نسب دو سہ پشت تا جہل ممکن تاریخ و ماہ و سنہ ولادت تاریخ و ماہ و سال وفات ذکر اساتذہ ذکر تصانیف ہر قدر کہ معلوم باشد اطلاع فرمایند و دائماً از اخبار خیریات خود مطلع فرمودہ باشند و فقیر را از خلص احباب خود تصور سازند، والسلام فقط

تحریر ۱۶ ذیقعدہ روز یکشنبہ سنہ ۱۲۹۶ھ

مکتوب ہشتم۔ بخدمت مولوی محمد ادریس صاحب دام لطفہ، السلام علیکم، محبت نامہ رسیدہ مسرور الوقت گردانیدہ بسبب قلت فرصت در تحریر خطوط ازیں جانب تاخیر می شود خیالش نفرمودہ دائماً بارسال عنایت نامجات یاد و شاد کردہ باشند بسبب عدم فرصت ہنوز نوبت معائنہ رسالہ ہائے آں مہربان ہم نہ رسیدہ اگر فرمایند، آنہا را حوالہ میاں حسین علی سازم کہ نزد آں مہربان رسانند غرۂ رمضان اگرچہ دریجا ہم بروز دوشنبہ گشتہ مگر از بمبئی و حیدرآباد و سہارنپور و اطراف دیو بند دراے بریلی وغیرہ خبر بودن یکشنبہ غرۂ رمضان رسیدہ بلکہ در دیوبند غرہ بروز شنبہ شدہ، ہلال بروز جمعہ دیدہ شد، حکم دادہ شد کہ ہر کہ بروز یکشنبہ روزہ داشتہ در رمضان محسوب شدہ و ہر کہ نداشتہ قضا بروے لازم۔ فقط محمد عبد الحی از فرنگی محل لکھنؤ ۱۰ رمضان روز یکشنبہ سنہ ۱۲۹۷ھ،

مکتوب نہم۔ مولوی صاحب علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ، کتب مطلوبہ متعلق می ماندہ، ہمراہ نجان ہمراہ برند، از مولوی عبد الوہاب صاحب اجازت خواہم گرفت، مگر در عرصہ دو ماہ ضرور ارسال خواہند فرمود، موطا و ابراز الغی از عقب خواہد رسید، والسلام فقط محمد عبد الحی از لکھنؤ،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۲ تحقیق نوشتہ اند و در کہگل نمودن قبر نیز اختلاف است روایت مشہور قول بکراہت و در تحسین لا باس بہ است و در تاتارخانیہ مذکور است اگر خراب شوند قبور باک نیست بہ کہگل نمودن و در جواہر اخلاطی آوردہ کہ تطیین اصح است و برہمین است فتوی گشت، انتہی رجانا الزم لمولی علی الاحیاء،

مکتوب دہم۔ مشفق مہربان مولوی حافظ محمد ادریس صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، محبت نامہ مورخہ ۲۳ رسیدہ بر مضامین مندرجہ مطلع ساختہ از عرصہ دو ماہ مبتلائے تپ و آشوب چشم شدم ازیں جہت نوبت معائنہ رسائل آں مہربان نرسیدہ، اگرچہ از تپ وغیرہ نجات حاصل گشتہ مگر در چشم ہنوز خللے باقیست، انشاء اللہ بعد حصول صحت کاملہ آنہا را معائنہ کردہ ارسال خواہم کرد، شرح فرائض شریفیہ وغیرہ چونکہ دریں ایام معلق شدند نوبت ارسالش نرسیدہ موطا امام محمد قریب بہ طبع شدہ است، چہ عجب کہ در عرصہ شش ماہ تیار گردد، والسلام محمد عبد الحی عفا عنہ از فرنگی محل لکھنؤ،

تحریر ۲۲ ربیع الثانی روز دوشنبہ سنہ ۱۲۹۷ھ

مکتوب یازدہم۔ از محمد عبد الحی عفا عنہ بمحبی مولوی محمد ادریس صاحب بعد سلام مسنون الاسلام واضح باد ونیقہ محبت رسیدہ بر مضامین مندرجہ اطلاع بخشید قیمت موطا رسیدہ حوالہ جناب مولوی خادم حسین صاحب کردہ شد، والسلام،

مکتوب دوازدہم۔ بخدمت مولوی حافظ محمد ادریس صاحب دام لطفہ، السلام علیکم، بورود محبت نامہ مبتہج شدم بسبب قلت فرصت در ارسال خطوط تاخیر می شود، از رسائل مطلوبہ بجز قول اشرف و امام الکلام دیگرے طبع نہ شدہ، قول اشرف مفقود، امام الکلام بدوکان مصطفائی بقیمت ۸ فروخت می شود، قبر فاطمہ مختلف فیہ بعضے در بقیع و بعضے قریب روضہ نبویہ می گویند و در مدینہ طیبہ ہر دو جا قبر موجود است، درباب والدین توقف اسلم است واللہ اعلم، بحقیقۃ الحال باعث شدن اجتماع مکروہات تنزیہیہ کراہت تحریمیہ را ہنوز ندیدہ ام، و درباب وفات نووی اختلاف اقوال معلوم می شود، بالفعل بتحریر تاریخ علمائے ہند مصروف ام شنیدہ ام کہ در بھوپال جواب ابراز الغی نوشتہ می شود باوجود ہیچو اغلاط جرأت لائق مضحکہ است باقی حال بدستور فقط محمد عبد الحی عفا عنہ از لکھنؤ فرنگی محل،

تحریر یازدہم صفر روز چہارشنبہ سنہ ۱۲۹۸ھ،

مکتوب سیزدہم:- از محمد عبدالحیؒ عفا عنہ بخدمت مولوی صاحب مجمع فضل اتم منبع لطف
کرم مولوی حافظ محمد ادریس صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ للہ الحمد مع الخیر بودہ مستدعی الخیر
باشم، محبت نامہ بذریعہ ڈاک رسیدہ بدریافت اخبار خیریات اطمینان بخشیدہ فی الواقع از عرصہ ازیں جانب
نوبت ارسال خطوط نرسیدہ مگر سبب آں بجز عدم فرصت دیگرے نیست بسبب تدریس وتالیف فرصت
یک لحمہ نمی شود، ہمیں سبب در تحریر جواب خطوط احباب تاخیر می شود و در تحریر جوابات فتاویٰ کہ از
اطراف می آیند نیز تاخیر می شود، خیال ایں امر بنوعے نہ فرمایند و فقیر را یکے از خلص احباب خود دانند
وضرورت دریافت ہر امر کہ باشد بلا تکلف ازاں مطلع فرمودہ باشند، بالفعل رسالہ درباب سقوط حد
زنا از نکاح محارم کہ جہلا دریں مسئلہ لعن وطعن بر حنفیہ می سازند می نویسم انشاء اللہ تعالیٰ بعد طبع ارسال
خواہم کرد والسلام فقط

تحریر ۱۲ رجب بروز جمعہ ۱۲۹۸ھ

مکتوب چہاردہم:- از محمد عبدالحیؒ عفا عنہ بمولوی صاحب مشفقی ومحبی مولوی حافظ
محمد ادریس صاحب دام لطفہ، سلام مسنون الاسلام قبول باد للہ الحمد مع الخیر بودہ مستدعی الخیر
می باشم در ینجا بشہادت معتبر رویت ہلال ۲۹ شعبان ثابت شدہ وغرہ رمضان بروز دوشنبہ
مقرر گشتہ و بسلخ رمضان روز سہ شنبہ ہلال عید فطر آمدہ بروز چہار شنبہ نماز عید ادا شد، اہل تشیع
مخالفت کردہ غرہ رمضان بروز سہ شنبہ مقرر کردہ وعید بروز پنجشنبہ ساختند بسبب قلت فرصت
از عرصہ نوبت ارسال خطوط نرسیدہ بریں تاخیر لحاظ نفرمودہ ہمیشہ بارسال عنایت نامجات
یاد و شاد فرمودہ باشند والسلام۔

تحریر نہم شوال بروز پنجشنبہ ۱۲۹۹ھ

مکتوب پانزدہم:- بخدمت مولوی محمد ادریس صاحب دام لطفہ، السلام علیکم

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، محبت نامہ پہونچا، حال مندرج معلوم ہوا، مقدمہ معلومہ کی بابت میں اس وقت تک کوئی شخص
نہیں آیا، نہ کوئی فتویٰ وقت آمدن دیدہ خواہد شد، میں اپنا حال کیا لکھوں، شوال میں چند سبق شروع کرائے
دورات صرع کا پھر اعادہ ہوا، پھر وہی کیفیت درد سر وضعف کی ہو گئی، علاج میں مصروف ہوں حق
جل شانہ رحم فرمائے، مجامیع مطلوبہ ابھی زیر طبع ہیں، کل ہلال ذیحجہ دیکھا گیا آج روز چہار شنبہ غرہ بلا خلاف
مقرر ہے، والسلام

محمد عبدالحیؒ عفا عنہ،

مکتوب شانزدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، از صبح تا فراغت نہ گھنٹہ فرصت می ماند طبیعتم
بہ نسبت سابق درست است، مگر ہنوز اعتدال کلی نیست، دریں ایام در منشور متعلق است ازیں جہت از
ارسالش معذورم یک فہرس برائے ملاحظہ مرسل است،

محمد عبدالحیؒ عفا عنہ ۲۵ شعبان یکشنبہ،

مکتوب ہفت دہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حسب الطلب جواب
سوالات بھیجتا ہوں، کتاب ذہبی و استیعاب مولوی حامد حسین صاحب کے پاس ہے، آج میں نے طلب کیا
تھا، انھوں نے عذر متعلق ہونے کا کیا، اصابہ میرے پاس نہیں، والسلام

محمد عبدالحیؒ عفا عنہ،

مکتوب ہشت دہم از محمد عبدالحیؒ سلام مسنون قبول فرمائید، محبت نامہ پہنچا، حال معلوم
ہوا، ان دنوں ایسے ترددات میں مبتلا رہا، کہ تحریر جواب میں تاخیر ہوئی، پہلے تو میری طبیعت کسلمند ہو گئی پھر دختر
خورد سالہ کہ عمر سہ سال کی تھی، بعارضہ چیچک قضا کر گئی، اس مرتبہ اس مرض کی یہاں ایسی وبا ہے، کہ بکثرت
اطفال ضائع ہو چکے ہیں، حق جل شانہ اپنا رحم فرمائے، مال زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، مرمت مسجد میں صرف
ہونے سے ادا نہ ہوگی، ہاں ایک صورت یہ ہے کہ صاحب زکوٰۃ وہ مال کسی محتاج کو دے دیوے اور وہ محتاج

اس کو مرمت مسجد مین لگاوے، والسلام از لکھنؤ فرنگی محل،

تحریر بست ویکم صفر روز سہ شنبہ ۱۳۰۰ھ

مکتوب نوزدھم بخدمت مولوی حافظ محمد ادریس صاحب دام لطفہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ، قبل ازین جو خط آپ کا گڈھی سے آیا تھا، اُس کا جواب مین نے بھیج دیا ہے، شاید نہین پہنچا، رسالہ
فرالحسن نہایت عمدہ اور محقق ہے، اور کہت نوشہ کی کچھ اصل نہین ہے، در باب شتر سکرا احادیث وارد ہین، مگر
ضعیف، فضائل اعمال مین کافی ہین، ظواہر احادیث صحاح سے معلوم ہوتا ہے، کہ تعقب آذان نبات زمانہ
رسول اللہ مین تھا، بالاہینا کان مین عورتون سے مروی ہے، "ابراز الغی" مین و السیوطی فی بغیۃ الوعاۃ" اصل
سودہ مین نہین ہے، تنبیہ اس کی رد الرد مین جواب لکھ رہا ہون کردی ہے، ظاہر الحاق مین کھڑے ہونے
سے اگر حال اُس کا مقتدیون پر مخفی ہو جاوے، تو کراہت تنزیہی ہوگی، ورنہ نہ، مقتدی بعد امام کے رکوع
وسجدہ مین جاوے نہ ہمراہ، دو چار روز کے بعد مین مرزا پور جانے والا ہون، اول رجب تک انشاء اللہ
واپس آؤن گا، والسلام محمد عبد الحی عفا عنہ از لکھنؤ فرنگی محل،

تحریر بستم جمادی ثانیہ روز دوشنبہ ۱۳۰۰ھ،

مکتوب بستم :- جامع فضائل مولوی حافظ محمد ادریس صاحب زاد لطفہ، از محمد عبد الحی عفا عنہ،
سلام مسنون قبول فرمایند، محبت نامہ رسیدہ کاشف مندرجہ گردید، کتب حدیث و فقہ اکثر متعلق می ماند
گاہے احتیاج بکتابے و گاہے بدیگرے می ماند ازین جہت در ارسال آنہا معذور می مانم نقل اسانید
شیوخ کنانیدہ و اجازت حصن حصین بوقت فرصت نوشتہ از عقب ارسال خواہم کرد، والسلام،
از لکھنؤ فرنگی محل، تحریر ۱۵ شوال روز پنجشنبہ ۱۳۰۰ھ

مکتوب بست ویکم بخدمت مولوی صاحب جامع فضائل دام لطفہ السلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ، میزان نزد خود دارم، چون از کتب مطلوبہ اکثر تعلق می ماند، در ارسال آنہا معذورم

مجموعہ فتح الغفور بالفعل می فرستم در عرصہ دو یک ماہ واپس ارسال خواہند ساخت، والسلام

محمد عبد الحی عفا عنہ،

مکتوب بست و دوم:- جامع کمالات و فضائل مولوی حافظ محمد ادریس صاحب از محمد عبد الحی
عفا عنہ سلام مسنون قبول فرمایند عنایت نامہ رسیدہ حال مندرجہ معلوم گردید، در بحث نکاح زوجہ مفقود
بمقتضائے تصریحات جمہور حنفیہ ہمین منقح است کہ شوہر اول زوجہ خود را بگیرد، لیکن بہ مقتضائے مذہب امام مالک
کہ حنفیہ بضرورت بران فتوی می دہند، شوہر اول نمی تواند چہ صحیح بمذہب مالکی ہمین است کہ بعد صحبت شوہر
ثانی، شوہر اول گرفتن نمی تواند، اجازہ حصن حصین بسبب قلت فرصت ہنوز نوشتہ نہ شد، انشاء اللہ بوقت
فرصت نوشتہ خواہم فرستاد، والسلام، از لکھنؤ فرنگی محل،

تحریر ۲۰ ربیع الثانی روز شنبہ ۱۳۰۱ھ

مکتوب بست وسوم از مولوی عبد الحی عفا عنہ، بخدمت مولوی صاحب جامع کمالات
اشفاق مولوی محمد ادریس صاحب دام فضلہ، پس از سلام مسنون ابراز مرام یہ ہے، کہ رسالہ موضوعات ملا علی
قاری پہنچا، مین دو مہینے سے اکثر سفر مین رہا، کبھی مرزا پور کبھی کاکوری، کبھی کسی اور طرف گیا، اسی وجہ سے نوبت
تحریر کی نہین آئی، بروز دوشنبہ پھر سفر فیض آباد کی طرف کا پیش ہے، تا شب برات انشاء اللہ واپس آؤنگا،
رسالہ رد بھوپال قریب الختم ہے، صرف غلطنامہ چھپنے کو باقی ہے، بعد تیاری ارسال کرونگا، والسلام

تحریر ۲۰ رجب روز شنبہ ۱۳۰۱ھ

مکتوب بست وچہارم، شفیقی مولوی حافظ محمد ادریس صاحب از محمد عبد الحی عفا عنہ، سلام
مسنون قبول ہو، بشہادت شاہدان کہ رام پور و ٹونڈلہ سے آئے رویت ہلال رمضان ۲۹ شعبان کو ثابت
ہوئی یہان جمعہ کو اعلان کر دیا گیا، کہ غرہ رمضان چہارشنبہ کو ہوا جس نے اُس روز روزہ نہ رکھا ہو، اس کو
قضا لازم ہے، اب اگر بروز چہار شنبہ ۲۹ رمضان کو چاند عید کا ہو گیا، تو بروز پنجشنبہ عید ہوگی ورنہ بروز جمعہ

ضرور عید ہوگی، اور نواب بھوپال کے ارسال مین ۳۰ روپیہ صرف ہوتا ہے، کوئی وہان جانے والا ملے گا، تو اس کے ساتھ ضرور بھیجدون گا، والسلام

تحریر شانزدہم رمضان روز پنجشنبہ ۱۳۰۱ھ

مکتوب بست وپنجم از محمد عبدالحئی عفا عنہ بخدمت مولوی صاحب جامع کمالات و الطاف مولوی حافظ محمد ادریس دام لطفہ، پس از سلام مسنون الاسلام ابراز مرام یہ ہے، بعد عرصہ کے محبت نامہ پہنچا، دریافت خیریت سے اطمینان ہوا، مین حیدرآباد مین سخت علیل ہو گیا تھا، آج تک اس کا اثر باقی ہے، کہ ہر روز درد سر رہتا ہے، ضعف دماغ اس درجہ رہتا ہے، کہ تدریس و تالیف سے بالکلیہ معذور ہون، اب انشاء اللہ بشرط صحت انتظام تدریس شوال مین ہوگا، ان دنون جلد دوم شرح وقایہ کی تحشی مین مصروف ہون، غالباً ماہ مبارک مین ختم ہو جاوے، محمد سعید نو مسلم نامی نواب صاحب نے جواہر تذکرۃ الراشد کا اردو مین چھاپ دیا ہے، اُس مین مغلظ گالیان دی ہین، اور بڑے التزام اس امر کا ہے، کہ ان رسائل تبرا کا جواب نہ دیا جاوے گا، در باب مجددیت ناحق نافہمون نے غل مچایا ہے، کیا مولوی سید احمد صاحب مرحوم و مغفور کی فضیلت صفت مجددیت پر موقوف ہے، کیا غیر مجدد مجدد سے افضل نہین ہوتا ہے، سیوطی جن کا انتقال ۹۱۱ھ مین ہوا مجدد مایۃ تاسعہ شمار کئے گئے ہین، حالانکہ ان سے ابن حجر عسقلانی کہ جن کا انتقال ۸۵۲ھ مین ہوا بدرجہا افضل تھے، اصل یہ ہے کہ مجدد وہ ہوتا ہے، کہ جب ایک صدی تمام ہو اور دوسری شروع ہو تو اس شخص کا فیض شائع ہو جس کا نشو و نما ابتدا صدی مین ہوا، وہ مجدد نہین ہو سکتا، حدیث علی راس مایۃ سنۃ مین راس بمعنی آخر صدی ہے، کہ اول صدی تمام محدثین کا اس پہ اتفاق ہے، امام غزالی کہ جن کا انتقال ۵۰۵ھ مین ہوا، مجدد مایۃ خامسہ شمار کئے گئے، نہ مجدد مایۃ سادسہ، امام رازی کہ جن کا انتقال ۶۰۶ھ مین ہوا، مجدد مایۃ سادسہ سمجھے گئے، نہ مجدد مایۃ سابعہ اس بحث مین رسالہ سیوطی کا اور ابن حجر عسقلانی کا مبسوط ہے، پس مایۃ ثالث عشر کا وہ مجدد ہو نہین سکتا، جس کی ولادت ابتدا رمین اور نشو و نما وسط مین ہوا ہو، والسلام خیر ختام،

شعبان کا غرہ یہان بروز یک شنبہ مقرر ہوا، کانپور اور حیدرآباد مین کچھ گواہیان ۲۹ کی رویت کی گذری ہین، مگر کانپور مین اس کا اعتبار نہین ہوا، البتہ حیدرآباد مین غرہ شنبہ کا مقرر ہوا، استفتاء انشاء اللہ دو تین روز مین پہونچے گا،

مکتوب بست وششم، مولوی صاحب دام لطفکم، السلام علیکم، مین بوجہ علالت کے آپ کے خطوط اور استفتے کا جواب نہ دے سکا، ماہ شوال سے درد سر، درد سینہ، ضعف دماغ مین مبتلا ہون کہ جس کی وجہ سے انتظام تدریس و تالیف کا بالکل مختل ہے، ضعف ایسا ہو گیا ہے، کہ ان چند سطرون کے لکھنے مین تکلف ہوتا ہے، اب استعمال منضج کا ہوتا ہے، بعد انشاء اللہ مسہل ہوگا، والسلام

محمد عبدالحئی عفا عنہ ۱۰ ذی حجہ روز چہار شنبہ ۱۳۰۳ھ

مکتوب بست وهفتم، مشفقی مولوی محمد ادریس صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اگرچہ ایک مہینہ سے درد نہین ہوا، مگر درد سر کی شدت ہے، اس وجہ سے آپ کے عنایت نامہ کی تحریر کے جواب مین تاخیر ہوئی، اب منضج کا استعمال ہے، سات آٹھ روز مین مسہلات ہون گے، فوائد بہیہ کے مسودہ مین عبارت یہ ہے وو فات حسن چلپی کان اختتام تسع مایۃ، اب دوبارہ طبع ہوگا، انشاء اللہ اغلاط سابقہ محو ہو جائین گے، امام مغلیث کا کلمہ موافق اُن کے زعم کے لکھا گیا کہ وہ اپنے کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم سمجھ کے فریاد کرنے لگے، والسلام باقی از عقب محمد عبدالحئی عفا عنہ،

۲۵ ذی حجہ روز جمعہ ۱۳۰۳ھ نماز عید اگرچہ یہان بھی جمعہ کو ہوئی، مگر بعد اس کے ثابت ہو گیا، کہ غرہ ذی حجہ سہ شنبہ کو ہوا تھا،

مکتوب بست وهشتم، از محمد عبدالحئی عفا عنہ بجامع کمالات علیہ، مشفقی مولوی حافظ محمد ادریس صاحب، پس از سلام مسنون الاسلام ابراز مرام اینکہ عنایت نامہ پہنچا، دریافت خیریت سے

اطمینان ہوا، بہ نسبت سابق کے اب بحمد اللہ طبیعت درست ہے، دورات صرع سے نجات ہے، مگر ضعف دماغ ابھی تک باقی ہے، تدریس وغیرہ پر ابھی تک قوت نہیں ہے، حق جل شانہ رحم فرمائے کبھی اگر طبیعت درست ہوتی ہے، تو حاشیہ امام الکلام لکھ لیتا ہوں، بالفعل میرے چند مجامیع رسائل ومجموعہ خطب تمام سال تالیف فقیر چھپ رہے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ بعد طبع کے اس سے اطلاع دوں گا، والسلام از لکھنؤ فرنگی محل،

۳۰ رجمادی ثانیہ روز شنبہ ۱۳۰۳ھ

مکتوب بست ونہم، بخدمت شفقی مولوی حافظ محمد ادریس صاحب دام لطفہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اپنا حال کیا لکھوں، ماہ گذشتہ میں پانچ مسہل ہوئے، مگر دورات صرع سے نجات نہیں ہوئی، دوسرے تیسرے دورہ عارض ہو جاتا ہے، کل مغرب کی نماز میں سخت دورہ عارض ہوا کہ جس کی وجہ سے اس وقت تک ایسی طبیعت نحیف ہے، کہ ان چند سطور کی تحریر میں بھی تکلف ہے، جملہ انتظام تحریر و تدریس وغیرہ سب مختل ہے، خدا رحم فرما دے، کتب مطلوبہ آپ کو اس وقت نہیں بھیج سکا، والسلام

۹ر صفر روز جمعہ ۱۳۰۴ھ

مکتوب سیم، بخدمت شفیقی جامع کمالات مولوی حافظ محمد ادریس صاحب دام لطفہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محبت نامہ مورخہ عزہ پہنچا، حال مندرج معلوم ہوا، چھ سات روز سے میری طبیعت درست ہے، دورات صرع سے نجات ہے، مگر جب تک دو ایک مہینہ نہ گذریں اعتماد نہیں ہو سکتا ہے، اس وجہ سے اشغال علمیہ و ماغیہ کی طرف ابھی تک توجہ نہیں کی ہے، حق جل شانہٗ رحم فرمائے، مسئلہ تکبیر عند القنوت کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ میں خدمت عالی میں پہونچے گی والسلام

محمد عبد الحیٔ از لکھنؤ فرنگی محل، چہارم ربیع الاول روز چہار شنبہ ۱۳۰۴ھ

مکتوب مولانا محمد نعیم رح لکھنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا ھو العلی الرب الحکیم من الفقیر الحقیر خادم کل صغیر وکبیر الی الاحیاء محمد المدعو بالنعیم جعل من ورثۃ جنۃ النعیم الی الحبیب اللبیب الادیب الاریب المولوی محمد ادریس وفقہ اللہ تعالیٰ للتعلیم والتدریس السلام علیکم وعلی من لدیکم وبعد فقد وصلت النمیقۃ الانیقۃ المنبئۃ عن المحبۃ العمیقۃ فکنت مسرورا وارجو من اللہ الحکیم ان یجعلکم سلیما ومبرورا وکتاب الطبقات الی الآن من المتعلقات والباقی عند التلاقی،

والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۱۱ر شوال ۱۲۹۷ھ

مکتوب آخر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الٰہ الا ھو العلی الرب الحکیم

محب صمیم ومخلص حمیم مولوی حافظ محمد ادریس صاحب صانہ اللہ سبحانہٗ عن تلبیس ابلیس، سلام مسنون الاسلام ودعاے بلوغ المرام مطالعہ نمایند، نامہ بر رسید ونامہ رسانید وبر اخبار اخیار مطلع گردانید غنیۃ لطالبی طریق الحق عز وجل فرستادہ می شود، رسیدش رسانند، وتحمل بار بہا یہ این پیر مرد ندیدہ ترسیل موقوف گردیدہ، ورفیق ایشان الی الآن کیفیت قصیہ بجہ ارسال نداشتند تقاضا نمایند، واز نور چشمان سلام مسنون قبول فرمانید، زیادہ زیادہ وباہل وعیال، وبرادر بزرگوار[1] خویش ازین درویش دل ریش دعا وسلام رسانند، اللہ بس باقی ہوس،

فقیر حقیر اثیم ابو الاحیاء محمد نعیم عفا عنہ عز وجل از محلہ فرنگی محل

روز سہ شنبہ ۲۰ر ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ

---

[1] مولانا محمد یحییٰ صاحب نگرامی، رح "ادریس"

مکتوب مولانا شاہ مہدی [illegible] عطا [illegible] سلونوی

مولوی صاحب جامع الفضائل والکمالات [illegible] برکات سلمہم اللہ تعالیٰ، بعد سلام مسنون اشواق مشحون المرام آنکہ رسالہ درباب [illegible] آپ نے تالیف فرمایا ہے، جزاکم اللہ احسن الجزاء، مجھ کو اس امر کی تحقیق مدت سے [illegible] آپ میرے مدعا پر آگاہ ہوگئے، [illegible]ین مین چار مہینے سے عجب کرب میں ہوں، یعنی اہل [illegible] عارضہ فالج ولقوی کا ہو گیا ہے، علاج ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ شفائے کامل عطا فرمائے، بحرمت [illegible] صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم امر معلوم معرض نسیان میں نہیں آیا، مکروہات چند در چند [illegible] ہے، معاف فرمائے گا،

حسن الختام، فقط

خلافت [illegible] سلطنت

بغداد کی خلافت عباسیہ کے دور زوال [illegible] ارزمشاہ اور بغداد کی تباہی تک خلافت بغداد اور اس کی ماتحت سلطنتوں اور حکومتوں کے درمیان [illegible] بلک کے جو تعلقات رہے اور ان سے جو نتیجے پیدا ہوتے رہے، ڈاکٹر امیر حسن صدیقی بدایونی نے ان کو [illegible] ریٹ کی ڈگری کے لئے موضوع بنایا اور اس پر ایک محققانہ اور دلچسپ مقالہ لکھکر پیش کیا، وہی مقالہ کسی [illegible] در ترمیم کیساتھ اردو میں ترجمہ ہوکر ان اوراق کی صورت میں پیش ہے،

اصل مقالہ انگریزی میں تھا، لیکن بدایوں [illegible] کے ایک لائق مترجم جناب سبطین احمد صاحب بی اے علیگ نے اس کا ایسا سلیس اور شگفتہ ترجمہ کیا ہے کہ ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا، بلکہ اصل تصنیف معلوم ہوتا ہے، پوری کتاب مولف و مترجم دونوں کی تصنیفی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے،

"ملیح"

استفسار و جواب

"شق القمر کا ذکر قرآن مجید میں"

اور

بعض دوسرے سوالات

جناب غلام قادر صاحب
مدیر ادارہ فلاح عالم ببابا گلی، پرانی منڈی اجمیر

"براہ کرم ذیل کے سوالات کے تشفی بخش جوابات عنایت فرماکر شکر گذار فرمائیں،

۱۔ شق القمر کے قرآن مجید میں بیان فرمانے سے خدا کا کیا منشا ہے،

۲۔ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک مسلمانوں کے لئے قابل قبول ہے یا لائق ترک،

۳۔ حضرات خضر و موسیٰ کی مجمع البحرین والی ملاقات کے بیان میں خدا کا کونسا راز مضمر ہے،

معارف:۔ (۱) قرآن مجید میں خدا نے جس غرض سے انشقاق قمر کا ذکر کیا ہے، وہ اسی آیت سے ظاہر ہے جس میں اس کا ذکر ہے، اقتربت الساعۃ وانشق القمر، الساعۃ کا لفظ اپنے اندر جن مفہوموں کو متضمن ہے، ان میں سے ایک یہ ہے، کہ زمین اور اجرام فلک پاش پاش ہوجائیں گے، چاند کے انشقاق کو جس کے آثار دوربین سے آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں، خدا نے قیامت کا ثبوت قرار دیا ہے، جس طرح زمین میں زلزلے آتے ہیں، آتش فشاں پھوٹتے ہیں، اسی طرح بارہا چاند میں بھی زلزلے آئے، اندرونی حرارت باہر نکلی اور چاند بے جان ہو گیا، انشقاق صرف کسی چیز کے اندر شگاف پڑجانے کا نام ہے

کفار مکہ اس بات کو بحث کے بغیر نہین مان سکتے تھے، کہ چاند پھٹ گیا، اس لئے خدا نے فرمایا،

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ،

(انعام رکوع ۱۳ - آیت ۹)

یہ آیت سن کر کفار نے قسم کھائی کہ اگر ہمارے پاس کوئی نشانی آجائے تو ہم ضرور ایمان لائینگے صحیح روایت مین وارد ہے کہ کفار مکہ نے کہا ہمین چاند دو ٹکڑے کرکے دکھا دو، آپ نے اشارہ کیا اور لوگون نے دیکھا کہ چاند کا ایک ٹکڑا حرا کے ادھر ہے، اور ایک ادھر، یہ دیکھنے کے باوجود انھون نے اپنا وعدہ پورا نہین کیا، چنانچہ جب اُن کے پاس ایک نشانی پہنچی، کہنے لگے، ہم تو اب بھی ایمان نہ لائینگے یہان تک کہ خود ہمین اس کا مثل دیا جائے، جو اللہ کے رسولون کو دیا گیا ہے، (انعام ۱۵، آیت ۳) انشقاق قمر کے بارہ مین قرآن مجید مین اس حادثہ کا ذکر ہے، جو ہماری نگاہون سے ہزارون میل دور جرم قمر مین واقع ہوا، احادیث مین وہ مرئی حالت مذکور ہے، جو لوگون نے آنکھون سے دیکھی، خواہ دراصل چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے ہون، یا خدا نے ان کی آنکھون مین ایسا تصرف کر دیا ہو کہ اُن کو چاند دو ٹکڑے نظر آیا، جو خدا انسانون کی آنکھون مین خلاف عادت تصرف کرسکتا ہے، وہ خود چاند مین بھی خلاف عادت تصرف کرسکتا ہے، یہ کچھ عقل سے بعید نہین، اور اگر انشقاق کے لغوی معنی ہی سامنے رکھے جائین، تو ہم یہ کہ سکتے ہین، کہ شگاف پڑنے سے جو گیس نکلی، اس کے تموج نے آنکھون کے سامنے چاند کو مرئین یا قمرین شقین کرکے دکھا دیا، خلاصہ یہ کہ قرآن مجید مین انشقاق قمر کا ذکر اثبات قیامت کے لئے ہے، احادیث مین اُس واقعہ کا ذکر ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے انشقاق قمر کو ثابت کیا ہے،

(۲) سنداً موضوع ہے، مگر معنیً صحیح ہے،

(۳) حضرت موسیٰ اور خضرؑ کا قصہ جو قرآن مجید مین مذکور ہے، اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ذی علم سے ملنے کے لئے بھیجا تھا، جس کے متعلق فرمایا ہے، کہ وَعَلَّمْنٰہُ

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا،

امام بخاری نے باب الخروج فی طلب العلم مین روایت کی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ سے بھی زیادہ کوئی علم والا ہے؟ انھون نے کہا نہین، تب خدا نے ان کو مجمع البحرین کے سفر کا حکم دیا، امام بخاری نے الخروج فی طلب العلم کا عنوان دیکر اس راز کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ آدمی کتنا ہی بڑا عالم ہو اسے دوسرے عالم سے علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، نیز علم کی کوئی انتہا نہین ہے، وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ، "ا - ج"

"نہایہ" کی اصلیت

جناب یوسف سلیم صاحب

متصل بلڈنگ سلطان بخش ریلوے روڈ ملتان چھاونی

ایک کتاب "تاریخ نہایہ" زیر تالیف ہے، اس غرض سے جد و جہد کے لئے مین حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب (شیرانوالہ دروازہ لاہور) کی خدمت اقدس مین حاضر ہوا، ان کے مشورہ سے آپ کی خدمت اقدس مین معروضات لاکر باریاب ہونا مفید خیال کیا، امید واثق ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کا مفید اور بصیرت افروز جواب پاؤن گا،

اس امر کی تحقیق ہوچکی ہے، کہ محمد بن قاسم کے وقت عربی حملہ آورون مین سے قوم نہایہ کے چند ایک افراد شامل تھے، جنھون نے سندھ اور بلوچستان وغیرہ مین اپنی سکونت اختیار کی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

۱- قوم نہایہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے، اور یہ کس نسل سے تعلق رکھتے ہین،

۲- عرب مین ان کی آبادی اور ان کے بزرگون کے مذہبی خدمات و حالات کیا ہین،

۳- ابن اثیر مصنف کتاب نہایہ قوم نہایہ سے تعلق رکھتے تھے؟ نیز ایسی کتابین کہ جن سے قوم نہایہ

کے حالات معلومات ظاہر ہو سکیں، انعام تحریر فرما دیں،

معارف:۔ مجھے افسوس ہے کہ "قوم نہایۃ" کا سراغ مجھ سے نہ لگ سکا، مجھے معلوم نہیں کہ یہ کسی عربی قبیلہ کا نام بھی ہے کہ نہیں، قبائل عرب میں جو معروف ہیں ان میں تو اس نام کا کوئی قبیلہ موجود نہیں بلکہ قبائل کے ہزاروں ناموں میں سے کوئی ایک نام بھی اس سے موسوم نظر نہیں آیا، ہو سکتا ہے کہ نظر کی چوک ہو، اور احتوا کرنے سے قاصر رہی ہو، لیکن یہ تحقیق آپ کو کہاں سے ہوئی، کہ محمد بن قاسم کے ساتھیوں میں "قوم نہایۃ" کے چند افراد بھی تھے، میری نظر سے ایسی بھی کوئی تصریح نہیں گذری، اگر آپ نے کتب حوالہ میں سے کسی میں دیکھا ہو تو مجھے بھی مطلع فرمائیں، پھر یہ بھی خیال تحریف میں رہے کہ محمد بن قاسم کی فوج میں ہندوستانی سپاہیوں کی بھی تو ایک بڑی تعداد موجود تھی، علامہ ابن اثیر بلاشبہ ایک ایسی کتاب کے مصنف ہیں جس میں لفظ النہایۃ آیا ہے، لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس کتاب کے نام کو کسی قبیلہ کے نام سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے، علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ کی کتاب النھایۃ فی غریب الحدیث سے موسوم ہے، النہایہ کے معنی ہیں غایۃ، پایان، آخری حد، مثلاً بلغ نھایتہ یعنی وہ اپنی آخری حد کو پہنچا، جن کتابوں کے ناموں میں "النہایۃ" آیا ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ اس موضوع پر یہ مختلف حیثیات کے لحاظ سے یا جو حیثیت مصنف کے پیش نظر ہے، اس لحاظ سے یہ تصنیف "بنے آخری معلومات رکھتی ہے، علامہ ابن اثیر نے اسی لحاظ سے اپنی اس تصنیف کا نام النہایۃ فی غریب الحدیث رکھا ہے، اس تصنیف میں انھوں نے اس عہد کی دو مشہور کتابوں کو جو اس موضوع پر تھیں، جمع کر کے اس پر مزید اضافے کیے ہیں، وہ دونوں علامہ ہروی متوفی سنہ ۴۰۱ھ اور ابو موسیٰ اصفہانی متوفی سنہ ۵۸۱ھ کی تصنیف تھیں، انھوں نے پہلے ان دونوں کی حدیثوں کو علٰحدہ علٰحدہ جداگانہ علامتوں کے ساتھ درج کیا، پھر اُن پر اپنے اضافے کیے،

علامہ ابن اثیر کی یہ تصنیف اہل علم کے حلقوں میں مقبول ہوئی، چنانچہ علامہ صفی الدین ارموی متوفی سنہ ۷۲۳ھ نے اس کا ایک ذیل لکھا، پھر عیسیٰ بن محمد صفوی متوفی سنہ ۹۵۳ھ نے اس کا ایک مختصر تیار کیا،

اسی طرح علامہ سیوطی اور ہندی عالم شیخ علی بن حسام الدین معروف بہ المتقی نے اس سے اپنے اختصار تیار کیے،

بہر حال اس کتاب کے نام النہایۃ کو معہود ذہنی قوم "نہایۃ" سے کوئی علاقہ نہیں ہے، کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث کی تفصیل اوپر اس لئے درج کی، کہ آپ کو اس تصنیف کو "النہایۃ" سے موسوم کرنے کی اصل وجہ معلوم ہو جائے، یہ سمجھنا کہ علامہ ابن اثیر چونکہ قوم نہایۃ سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے یہ کتاب اس نام سے موسوم ہوئی، قطعی بے اصل ہے،

نیز علامہ ابن اثیر کے متعلق تحقیق معلوم ہے، کہ وہ نسلاً شیبانی تھے، قبیلۂ شیبان، قبائل بکر بن وائل میں سے ایک مشہور قبیلہ ہے، علامہ ابن اثیر کی نسبت شیبانی تراجم و طبقات کی کتابوں میں عام طور پر درج ہے، اس لئے انھیں کسی مفروضہ قبیلہ سے منسوب کرنا ایک بڑی جسارت ہوگی، اگر سندھ و بلوچستان میں کچھ لوگ اپنے کو قوم "النہایۃ" سے کہتے ہیں، تو آپ براہ راست ان لوگوں سے طلب، وہ اپنی قومیت کے متعلق جو کچھ کہیں اس کو تاریخ کی کسوٹی پر پرکھیں، اس کے بعد اس کو اپنی زیر تالیف تاریخ نہایۃ میں جگہ دیں، تو پھر وہ بیان لائق اعتماد و استناد ہوگا، ورنہ ذہنی مفروضات اور سنی سنائی باتوں پر کسی تاریخ کی بنیاد ڈالنا ہمارے نقطۂ نظر سے صحیح راہِ عمل نہیں ہے، امید ہے کہ آپ اس پر غور فرمائیں گے، والسلام "س"

عقوقِ والدین

مولوی نظیر الحسن صاحب
موضع پارہ ضلع مظفر پور

"عقوق والدین کا کیا مطلب ہے، کیا جو کوئی اپنے لڑکے کو عاق کر دے تو وہ ترکہ کا وراثت سے محروم ہو جائے گا؟"

معارف:۔ عقوق والدین کے معنی ہیں والدین کی نافرمانی کر کے ان کو آزردہ کرنا،

احادیث میں آیا ہے کہ عقوق والدین گناہ کبائر میں داخل ہے، آخرت میں ایسی نافرمان اولاد سے سخت مواخذہ ہوگا، بشرطیکہ والدین اور اولاد کے مابہ النزاع مسئلہ میں شرعاً حق بھی والدین کے ساتھ رہا ہو، لیکن اس کے باوجود اولاد پر فرض ہے کہ ہر حال میں والدین کی اطاعت و دلجوئی کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا	تمھارے پروردگار نے حکم کر دیا ہے کہ
إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ	بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو،
إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ	اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک
الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا	کیا کرو، اگر تمھارے پاس ان میں سے
فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْ	ایک یا دونوں کے دونوں بوڑھاپے
هُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا	کو پہنچ جائیں، تو ان سے کبھی اُف بھی
وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ	مت کہو، اور نہ اُن کو جھڑکو اور ان
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ	سے خوب ادب کی باتیں کرو، اور ان کے
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا	سامنے شفقت سے انکسار کے ساتھ
رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ	جھکے رہو، اور یوں دعا کرتے ہو کہ اے
إِن تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ	میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت
كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا	فرما جیسے انھوں نے میرے بچپن میں میری
	پرورش کی، تمھارا پروردگار تمھارے
	دلوں کا حال خوب جانتا ہے، اگر تم
(بنی اسرائیل ع ۳)	سعادت مند ہو تو وہ توبہ کرنے والوں

سورہ بنی اسرائیل میں جس موقع کی یہ آیتیں ہیں، ان میں مسلسل پندرہ احکام اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کو عطا ہوئے ہیں، دیکھیے کہ پہلے حکم توحید کے بعد دوسرا حکم والدین کے حقوق کی ادائی ہی کا آیا ہے، اس سے اس مسئلہ کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے، پھر والدین سے کس طرح پیش آیا جائے اس کی پوری تصریح کر دی گئی، نہ صرف ظاہری توقیر و تعظیم کی ہدایت کی گئی، بلکہ دل سے اطاعت کا قصد رکھنے اور اُن کا ادب کرنے کی تلقین کی گئی ہے، پھر اگر کبھی غلطی، تنگ مزاجی یا کسی سبب سے فروگذاشت ہو جائے تو دل سے توبہ کرنے اور اس پر نادم ہونے کا اشارہ کیا گیا، اور بارگاہِ الٰہی سے یہ بھی خوشخبری سُنائی گئی، کہ ایسے سعادتمندوں کی خطائیں جو نادم ہو کر رجوع کریں گے، بارگاہِ الٰہی سے معاف ہو جائیں گی،

لیکن والدین کے ان تمام حقوق کے باوجود کسی باپ کی طرف سے کسی لڑکے کو عاق کر دینے کی جو ایک عام اصطلاح ایک خاص معنی میں مسلمانوں کے درمیان رائج ہو گئی ہے، شرعاً اُس کی کوئی اصل نہیں، کوئی باپ اپنے لڑکے کو ان معنوں میں عاق کرنے کا شرعاً حق نہیں رکھتا، اگر کسی نے اپنے کسی لڑکے کو عاق کر دیا، اور عنداللہ وہ لڑکا حق پر ہے، تو آخرت میں اس لڑکے سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، پھر باپ حق یا ناحق کسی طور پر ناراضی سے اپنے لڑکے کو محروم الارث نہیں کر سکتا، لڑکے کا حق ارث بجز مرتد ہو جانے کے کسی حال میں باطل نہیں ہوتا، یہ ملک اضطراری و حق شرعی ہے، جو مورث کے قصد و ارادہ کے بغیر بھی وارث کو ملتا ہے، اگر مورث اپنے کسی وارث کے خلاف کوئی وصیت کر جائے، تو وہ وصیت موثر نہ ہوگی، شرعاً ہر مورث کا متروکہ قضائے دین کے بعد وارث کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے، البتہ اگر مورث نے اپنے لڑکے کو عاق کر کے اپنی جائداد و مال و متاع کو اپنی زندگی ہی میں کسی دوسرے کو دیدیا، تو یہ ہبہ کے حکم میں آجائے گا، ترکہ نہ ہوگا، ورنہ اگر وہ اپنی ملکیت میں اپنے مال و متاع کو چھوڑ کر مرے گا، تو اس کا عاق شدہ

نا کا بھی اپنا حصہ رسدی ترکہ مین شرعًا پائے گا، شرعًا اس کو اس حق سے کوئی بھی محروم نہ کرسکے گا،

والسلام "س"

لحم خنزیر کی حرمت

مولوی نیظر الحسن صاحب موضع پارو ضلع مظفر پور، } سور کا ہر عضو حرام ہے، پھر قرآن مجید مین صرف لحم خنزیر کی حرمت کا کیون ذکر آیا ؟

معارف :- یہ صحیح ہے کہ سور کا بال بال حرام ہے لیکن قرآن مجید مین لحم خنزیر یعنی سور کے گوشت کے حرام ہونے کا ذکر خاص طور پر اس لئے آیا، کہ خنزیر کے اجزا مین سے کھانے مین زیادہ وہی کام آتا ہے، ذبیحہ مین اصل غرض گوشت ہی کا حاصل کرنا ہوتا ہے، اور دوسرے اجزا تبعًا کام آتے ہین جب اصل کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے، تو اس کے ذیل مین دوسری چیزون کی حرمت آپ سے آپ ہو جاتی ہے، جیسے قرآن مجید مین حالت احرام مین قتل الصید کو حرام کہا گیا ہے، اور اس سے مراد نہ صرف شکار کو مار ڈالنا، بلکہ نفس شکار کرنا ہی حرام ہے، چنانچہ احرام کی حالت مین شکار کو نشانہ لگانا بھی حرام کہا گیا ہے، کہ اس نشانہ کا مدعا تو قتل صید ہی ہوگا، اسی طرح سورۂ جمعہ مین جمعہ کی نماز کے وقت خرید و فروخت کرنے کی حرمت کا ذکر آیا ہے، اور اس سے مدعا در اصل ایسی تمام مشغولیتون سے علحدہ ہو جانا ہے، جو نماز مین خارج ہون، اس لئے در اصل کسی شے کے اہم جزء کی حرمت کا ذکر کرکے تبعًا اس ذیل کی ساری چیزون کی حرمت مراد لے لی گئی ہے،

"والسّلام" "س"

ادبیات

عرضِ حال

بحضور خواجۂ کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصّلوٰۃ والتحیات

از جناب طالوت

اے کہ تیرا وجود ہے شمعِ منازلِ حیات تجھ سے ہی مستنیر ہے حسنِ جمالِ کائنات

عرش سے لیکے فرش تک تیری ضیا ہے جلوہ بار شرق سے تا بغرب ہین تیری ہی سب تجلیات

تیرے ہی تشخصات عین حدودِ شرع ہین شرحِ بطونِ ذات ہین تیری ہی سب تعینات

آن عرب کے بطن سے تیرے جلال کا ظہور شانِ عجم کے بھیس مین تیرے جمال کی گت

تیری گلی مین یا نبی جس کا گذر ہوا کبھی خضر کی طرح پا گیا جادۂ چشمۂ حیات

تیری تجلیات مین عکسِ فروغِ ذات ہے تیرے تبرعات مین پرتوِ کثرتِ صفات

سحر یغوث مٹ گیا قدر یعوق گھٹ گئی ہو گیا تار تار سب جادوے عابدان لات

اعلُ ہبل کے نغمہ خوان محو ہین ذاتِ بحت مین اُن کے تصورات ہین، مرکزِ صد تجلیات

اس کی بھی ایک ایک خشت کعبہ کی ہمسری کرے تیرے جمال کی جھلک دیکھ چکا ہے سومنات

چہرہ ترا ہے والضحٰی زلف تیری اذا سجٰی چشم تری و ما طغٰی وحیِ خدا ہے تیری بات

تیرے ہر ایک قول پر لگ گئی مہرِ عاشقے تا بہ ابد بچھائے اب کوئی نہ دامِ ترہات

رغبت و رہبت و حیل پیدا نہ کر سکے خلل — تیرے ہر اک غلام کو بخش دیا گیا ثبات
تیرے قدم کی خاک ہے سرمۂ چشم اولیا — منحصر ایک تجھ پہ ہے دونون جہان کی نجات
ہاتھ مین ہے لواے حمد سر پہ ہے تاج انما — پھر نہ ہون کس طرح سے حل ہر دوسرا کی مشکلات
باب کرم بھی باز ہے لطف بھی چارہ ساز ہے — حشر تلک دراز ہے سلسلۂ نوازشات
بندۂ آستاں ترا موج بلا مین ہے گھرا — ٹوٹ پڑے غریب پر دورِ فلک کے حادثات

گو وہ گنہگار ہے، تیرا ہی جان نثار ہے
اُس کے بھی حالِ زار پر بذل ہون کچھ توجہات

کیف اضطراب

از جناب انور کرمانی

تڑپ ہے درد ہے فریاد و آہ و شور و فغان — اک اضطرابِ مسلسل فقط ہے عمرِ رواں
تعینات سے آگے ہے شوق کی منزل — نہیں ہیں اہلِ جنوں تابعِ زمان و مکان
ہر ایک بات میں مغرب سے استفادہ نہ کر — یہ علم و فن یہ سیاست ہے کارِ راہزنان
ترا ضمیر غلامی نے کر دیا مردہ — وگرنہ بندۂ مومن ہے صاحبِ دو جہان
خودی کی جلوت و خلوت کی واردات نہ پوچھ — حدیثِ رندی و مستی نہیں رہینِ بیان
جہان فریبِ خرد لا الٰہ الا اللہ — وہی نظر سے نہاں ہے وہی نظر پہ عیان
نصیبِ اہلِ وفا سوز و ساز و درد و فراق — سکونِ قلب میسر مجھے یہاں نہ وہاں
خدا رکھے ترا میخانہ تا ابد ساقی — حقیقتیں نظر آتی ہیں بے حجاب یہاں

غریب تر ہیں مقاماتِ بے خودی انور
اب آرزو نہ تمنا نہ فکرِ سود و زیان

مطبوعاتِ جدیدہ

مسلمانون کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا — از مولانا سید ابو الحسن علی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ، تقطیع چھوٹی، ضخامت ۳۰۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر قیمت عہ
پتہ:- مکتبۂ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ،

لائق مصنف دین و ملت کی جو قلمی خدمت انجام دے رہے ہین، اس سے اہلِ علم پوری طرح واقف ہین، مذکورۂ بالا کتاب بھی ایک اہم اور وقیع قلمی خدمت ہے، اس مین انھون نے دکھایا ہے، کہ اسلام ساری دنیا کے لئے ہدایت بن کر آیا تھا، اس نے زندگی کے نصب العین اور دین و دنیا کے بارے مین قومون کے تصورات اور اُن کے عقائد و اعمال مین ایک انقلاب پیدا کر دیا، اور جب تک دنیا کی سیاسی قیادت کی باگ مسلمانون کے ہاتھون مین رہی، وہ اس کے پاسبان رہے، اور مذہب و اخلاق کے اثرات دنیا مین باقی رہے، اور مادیت کا سیلاب پھیلنے نہ پایا، مگر اُن کے زوال کے بعد جب مغربی اقوام نے ان کی جگہ لی، تو پھر وہی پرانے جاہلی تصورات لوٹ آئے، اور پہلے سے زیادہ خطرناک شکل مین دورِ جاہلیت کی وحشت اور اخلاقی پستی تنی نمایان تھی کہ اس سے بچنا زیادہ دشوار نہ تھا، لیکن اس جدید جہالت کے چہرہ پر علم و تمدن کی زر تار نقاب پڑی تھی، اس لئے اس کا پہچاننا بھی مشکل تھا، اور وہ یورپ کے عالمگیر اقتدار کے ساتھ ساری دنیا مین پھیل گئی، اس سلسلہ مین مصنف نے یورپ کی پوری مذہبی اور تمدنی تاریخ کھنگال ڈالی ہے، اور تاریخی شواہد سے دکھایا ہے کہ مغربی تمدن کی بنیاد یونان اور روما کی قدیم تہذیبون پر تھی، جو سراسر مادی تھین، اس لئے ابتدا ہی سے اس مین خرابی کی صورت مضمر تھی، اس کے بعد اس مین جو تغیرات و انقلابات ہوئے

وہ ایسے حالات میں ہوئے کہ اس کا قدم مادیت ہی کی طرف بڑھتا گیا، عیسوی مذہب ضرور اس راہ میں عنان گیر ہوسکتا تھا، لیکن اولاً رومیوں کے اثر سے اس میں بھی بت پرستی کے اثرات پیدا ہوگئے تھے، پھر پال نے اس کو مسخ کیا، اس سے بھی برے نتائج مذہب میں افراط و تفریط نے پیدا کئے اور خلاف فطرت رہبانیت کے ردعمل نے ارباب کلیسا کو انتہا درجہ کا عیش پرست اور دنیادار بنا دیا، اور مذہبی اجارہ داری کے ساتھ وہ دنیاوی حکومت پر بھی حاوی ہوگئے، اور اپنے دور اقتدار میں انھوں نے بڑی سفاکیاں کیں، اسی زمانہ میں یورپ کی نشاۃ ثانیہ اور اس کی علمی ترقی کا آغاز ہوا، اس راہ میں بھی کلیسا نے مذہب کی آڑ لے کر مزاحمت پیدا کی اور علماء و محققین پر بڑے مظالم ڈھائے، بالآخر ان کی زیادتیوں کی وجہ سے ان کی عام مخالفت شروع ہوگئی، اور کلیسا کا اقتدار ختم ہوگیا اور ان کی تنگ نظری کی وجہ سے مغربی قومیں سرے سے مذہب ہی کے خلاف ہوگئیں اور انھوں نے جدید تمدن میں مذہب و روحانیت کو کوئی جگہ نہیں دی، اور اس کی تعمیر خالص مادی اصولوں اور نظریوں پر ہوئی، اور اس کا مقصد صرف مادی ترقی حصول دولت، دنیاوی راحت و آرائش کے سامانوں کی فراہمی اور ان سے تمتع قرار پایا جس میں خداشناسی، محاسبۂ آخرت کے تصور اور اخلاق کا کوئی حصہ نہ تھا، اس لئے اس تمدن کی ترقی کے ساتھ مادہ پرستی عام ہوتی گئی، اور سائنس و حکمت کے انکشافات بھی جو اس تمدن کے جزء برکات سمجھے جاتے ہیں، انسانوں کے لئے رحمت کے بجائے ان کی ہلاکت و بربادی کا سامان بن گئے، زندگی کے اس مادی نصب العین اور خود غرضی اور نفس پرستی نے وطنی و نسلی برتری کا جذبہ اور جغرافی و نسلی وطن اور قوم پرستی کے بت پیدا کئے جس سے قوموں میں ایک عالمگیر کشمکش شروع ہوگئی، اور یہ ساری خرابیاں مغربی اقوام کے سیاسی اقتدار اور مغربی تہذیب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ساری دنیا میں پھیل گئیں، اور مذہب و اخلاق کا درس بالکل فراموش اور خودشناسی اور خداشناسی اور اس کے اثرات و نتائج کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اور اس کی جگہ نفس پرستی نے لی، یہ کتاب کے مباحث کا اجمالی خاکہ ہے، ان کی اصلی خوبی اور مصنف کی نکتہ سنجی کا پورا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے، گو یہ معلومات نئے نہیں ہیں لیکن لائق مصنف نے جس

ترتیب کے ساتھ ان کو پیش کیا ہے، اور ان سے جو نتائج نکالے ہیں، اس نے اس کتاب میں بڑی ندرت پیدا کردی ہے، اس نقطۂ نظر سے اردو میں اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے، انداز بیان موثر اور دل آویز ہے، یہ کتاب اپنے گوناگوں محاسن کے اعتبار سے بلا امتیاز مذہب و ملت اور قدیم و جدید ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہے، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی جزائے خیر دے،

محمد بن عبدالوہاب از مولانا مسعود عالم ندوی، تقطیع بڑی ضخامت ۲۱۴ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت: ۱۲؍ پتہ دارالاشاعۃ نشاۃ ثانیہ حیدرآباد دکن،

گیارھویں صدی ہجری کے اواخر میں عموماً دنیائے اسلام سے اسلامی روح رخصت ہوچکی تھی، ہر جگہ دین سے غفلت اور بدعات و اوہام عام تھے، حتی کہ اسلام کا سرچشمہ عرب بھی اس سے محفوظ نہ تھا، اس کی تجدید و اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے سرزمین نجد میں ایک مرد مومن محمد بن عبدالوہاب کو پیدا کیا جنھوں نے اس راہ میں قلم اور تلوار دونوں سے جہاد کیا، ابتدا میں ان کو بڑی دشواریاں پیش آئیں، لیکن پھر رفتہ رفتہ ان کی دعوت پھیلنے لگی، اور نجد کا حکمران خاندان آل سعود ان کی دعوت قبول کرکے ان کا پشت و پناہ بن گیا، اس سے شیخ کے کام میں بڑی مدد ملی، اور ان کی وفات کے وقت تک نجد اور اس کے قرب و جوار میں ان کی دعوت پھیل گئی، شیخ کی وفات کے بعد ان کے لائق جانشینوں اور ان کے اتباع نے بھی ان کے مشن کو جاری رکھا، اس زمانہ میں بدعات عام تھیں کوئی طبقہ بھی اس سے محفوظ نہ تھا، اور یہ دعوت ہر طبقہ کے خلاف پڑتی تھی، اس لئے حرمین کے علماء و اشراف مکہ اس کے خلاف ہوگئے اور ان میں اور آل سعود میں بڑی معرکہ آرائیاں ہوئیں، جن میں انجام کار آل سعود غالب آئے، اور حجاز پر ان کا قبضہ ہوگیا، اور ان کا اقتدار ایک طرف شام اور دوسری طرف عراق اور خلیج فارس تک قائم ہوگیا، خلیج فارس میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت تھی، اس سے بھی آل سعود کا تصادم ہوا، ان کی روز افزوں قوت عثمانی حکومت کے مفاد کے خلاف پڑتی تھی، اس لئے اس نے محمد علی پاشا خدیو مصر کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا، انھوں نے

نجد و حجاز دونون پر قبضہ کرکے سعودی حکومت کا خاتمہ کر دیا، اس کے ساتھ ہی یہ دعوت بھی رُک گئی، شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے متبعین عقائد کی صحت اور رد بدعات مین بڑے متشدد تھے، اور اس مین دینی مسامحت بھی ان کو گوارا نہ تھی، اس تشدد کی وجہ سے ان سے بعض افعال ایسے سرزد ہوگئے، جو گو مذہبی حیثیت کے صحیح تھے، لیکن عام مسلمانون کے جذبات پر اس کا برا اثر پڑا، اور ان کے مخالفین کو انھین بدنام کرنے کا موقع مل گیا، اور انھون نے ان کی جانب غلط عقائد منسوب کرکے انکو مسلمانون کا دشمن مشہور کر دیا، ان کے تشدد کی وجہ سے لوگون کو اس کے یقین کرنے مین تامل نہ ہوا، اور ان کی جانب سے ایک عام غلط فہمی پھیل گئی جس کا کچھ نہ کچھ اثر اب تک باقی ہے، لائق مصنف نے اس کتاب مین شیخ محمد بن عبد الوہاب کے حالات، ان کی دعوتِ اصلاح کی دینی حیثیت اور اس کی تبلیغ مین شیخ کی زندگی سے لے کر آل سعود کے خاتمہ تک جو واقعات پیش آئے، اُن کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اور شیخ اور اُن کے اتباع کی کتابون سے اُن کے عقائد بیان کرکے اُن کے متعلق غلط فہمیون کی پوری تردید کی ہے، اور شیخ کی تصانیف کا مختصر ذکر کیا ہے، اردو مین شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کی دعوت کے متعلق صحیح معلومات کم ہین، یہ پہلی کتاب ہے جس مین پوری تحقیق و تفصیل سے اس کی تاریخ قلمبند کی گئی ہے، اور اس کے تمام اہم اور ضروری پہلوؤن پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے، مصنف ایک کہنہ مشق اور صاحبِ نظر اہلِ قلم ہین، اس لئے یہ کتاب معلومات، تلاش و تحقیق اور ترتیب و انداز بیان ہر حیثیت سے قابلِ قدر ہے، لیکن جا بجا مصنف کے خیالات کی شدت نمایان ہے،

ہمارا قائد، از جناب محمد احمد خان صاحب ایم اے عثمانیہ تقطیع اوسط ضخامت ۱۷۲ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت مجلد عار، پتہ: قائد ملت اکیڈیمی فیل خانہ قدیم حیدرآباد دکن،

نواب بہادر یار جنگ مرحوم کی ایک سوانحعمری اس سے پہلے قائد ملت کے نام سے شائع ہو چکی ہے، جس پر معارف مین ریویو ہو چکا ہے، دوسری سوانحعمری ہے جو قائد ملت اکیڈمی کی جانب سے شائع

ہوئی ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مصنف برسہا برس تک قائد ملت کے ہمدم و ہم جلیس رہے ہین، اور ان کی زندگی کا ہر پہلو اُن کی نگاہ کے سامنے رہا ہے، اس لئے یہ کتاب قائد ملت کی زندگی کا سب سے زیادہ مستند مرقع ہے، اس مین ان کے حالات، اوصاف و خصوصیات اور اُن کے مذہبی و ملی کارنامون کا اجمالی ذکر، اور ریاست حیدرآباد سے متعلق مرحوم کی خدمات کی تفصیل ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف انھون نے حیدرآباد کے مسلمانون مین زندگی کی روح پیدا کی، اور دوسری طرف ایسے نازک دور مین جب کہ ریاست کی مخالف قوتین آئینی حربون سے اس کی قدیم حیثیت کو بدلنے اس کے اقتدار کو گھٹانے اور مسلمانون کی سیاسی برتری کو توڑنے کی کوشش مین تھین، اور ارکانِ حکومت تک اُن کے اثر مین آگئے تھے، مرحوم نے بڑی جرأت اور دانشمندی سے اس خطرہ کو دور کیا، ان کے خدمات و کارنامے بڑے گوناگون ہین، اس کتاب سے ان کا اجمالی اندازہ ہو جاتا ہے، انداز بیان دلکش اور افسانہ پردازانہ ہے،

مقالات یوم اقبال، مرتبہ جناب آل احمد صاحب سرور، تقطیع بڑی، ضخامت ۹۰ صفحے، کاغذ، کتابت و طباعت بہتر، قیمت معلوم نہین، پتہ:- غالبًا رضا انٹر کالج رامپور سے ملے گی،

رضا انٹر کالج رامپور کے یوم اقبال، اپریل ۱۹۴۵ء مین جو مقالات پڑھے گئے تھے، اُن کا مجموعہ ہے، اس مین حسب ذیل مضامین ہین، خطبۂ صدارت پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی، خطوط مین شخصیت کا اظہار آل احمد صاحب سرور، اقبال اور ابن عربی محمد عبد السلام صاحب، سر محمد اقبال میری نظر مین عطاء الرحمن صاحب، فلسفۂ اقبال کے بعض مسائل مسعود حسین خان صاحب، اکبر و اقبال نور محمد صاحب ایم اے، اقبال کا تصورِ عشق فرید الدین صاحب شمسی، مولانا محمد علی مرحوم کی انشا پردازی مفتی بشیر الدین صاحب ایم اے، اس مجموعہ کے اول الذکر تینون مضامین خاص طور سے مفید اور پڑھنے کے لائق ہین، رشید احمد صاحب نے اپنے خطبہ مین اقبال کی شاعری اور تعلیمات کی روح، اس کے بنیادی پہلوؤن اور اس کے مفید نتائج پر مبصرانہ نگاہ ڈالی ہے اور اقبال کی شاعری کے ماخذ اس کی اسلامیت اور تصوف

خیال کے متعلق جو اعتراضات کئے جاتے ہین، ان کے وجدانی مگر نہایت صحیح جوابات دیئے ہین، اصغر درصاحب نے غالب، سرسید، حالی، شبلی، اکبر، امیر مینائی، مولانا محمد علی، اقبال، اور نیاز فتحپوری کے خطوط کی مضامین سے ان کی زندگی کا عکس دکھایا ہے، ناقد مبصر نے ان خطوط کے متعلق نہایت صحیح رائے ظاہر کی ہے، جس مین کسی ترمیم کی گنجایش نہین، مضمون گو مختصر ہے لیکن مضمون نگار کی جدت اور نکتہ سنجی کا نمونہ ہے، عبد السلام صاحب کا مضمون گو بہت عالمانہ ہے لیکن خشک اور دقیق ہے، اور اس سے مخصوص اشخاص ہی لطف اٹھا سکتے ہین، باقی مضامین بھی فائدہ سے خالی نہین،

لاجونتی از سر آنند سروپ بھٹناگر تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۱۲ صفحے، کاغذ، کتابت وطباعت بہتر، مجلد قیمت معلوم نہین، پتہ:۔ مصنف نمبر ۲۵، تغلق رود نئی دہلی سے ملے گی،

مذکورۂ بالا کتاب ڈاکٹر سر آنند سروپ بھٹناگر کے اردو کلام کا مجموعہ ہے، مصنف ہندوستان کے ان مایہ ناز علماء طبیعیات مین ہین جن کی تحقیقات وانکشافات اس فن مین یورپ کے بڑے بڑے علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہین، لیکن یہ نہ معلوم تھا کہ وہ ایک قادر الکلام اور نکتہ سنج شاعر بھی ہین، طبیعیات کے خشک مسائل اور شاعری کی رنگین خیالی دنیا مین ایک طرح کا بیر ہے، لیکن مصنف نے حقیقت اور مجاز دونون کو ملا دیا، پھر ان کی شاعری محض قافیہ پیمائی اور گل و بلبل کا افسانہ نہین بلکہ ظاہری حیثیت سے حسن بیان کی تمام لطافتون سے آراستہ اور معنوی حیثیت سے حکیمانہ خیالات پر مشتمل ہے، چنانچہ اس مجموعہ مین مختلف قلبی واردات اخلاقی وحکیمانہ خیالات اور مختلف قومی وملی جذبات پر پاکیزہ نظمین ہین، لیکن خشک سے خشک موضوع مین بھی لطف بیان کا دامن ہاتھ سے نہین چھوٹا ہے، مصنف کی دوسری قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ وہ غالب کے شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ کے نواسے ہین جنھین مرزا نے محبت سے مرزا تفتہ لقب دیا تھا، مکاتیب مین ان کے نام بہت سے خطوط ہین جن سے ان کے ساتھ غالب کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے، اس لئے شاعری گویا سر آنند سروپ کی موروثی دولت ہے، اس لئے یہ مجموعہ ہر حیثیت سے اصحاب ذوق کے مطالعہ کے لائق ہے، "م"

جلد ۵۸ ماہ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۶ء عدد ۶

مضامین

مقالات

استفسار وجواب

ضروری تصحیح ص ۴۷۲ سطر اٹھارہ میں "۱۱۵۶ھ غلط ہے" کے بعد یہ عبارت چھوٹ گئی ہے، "اصل عربی عبارت میں صفر ۱۱۰۵ھ ہے اور یہی صحیح ہے"